# صوت النجف

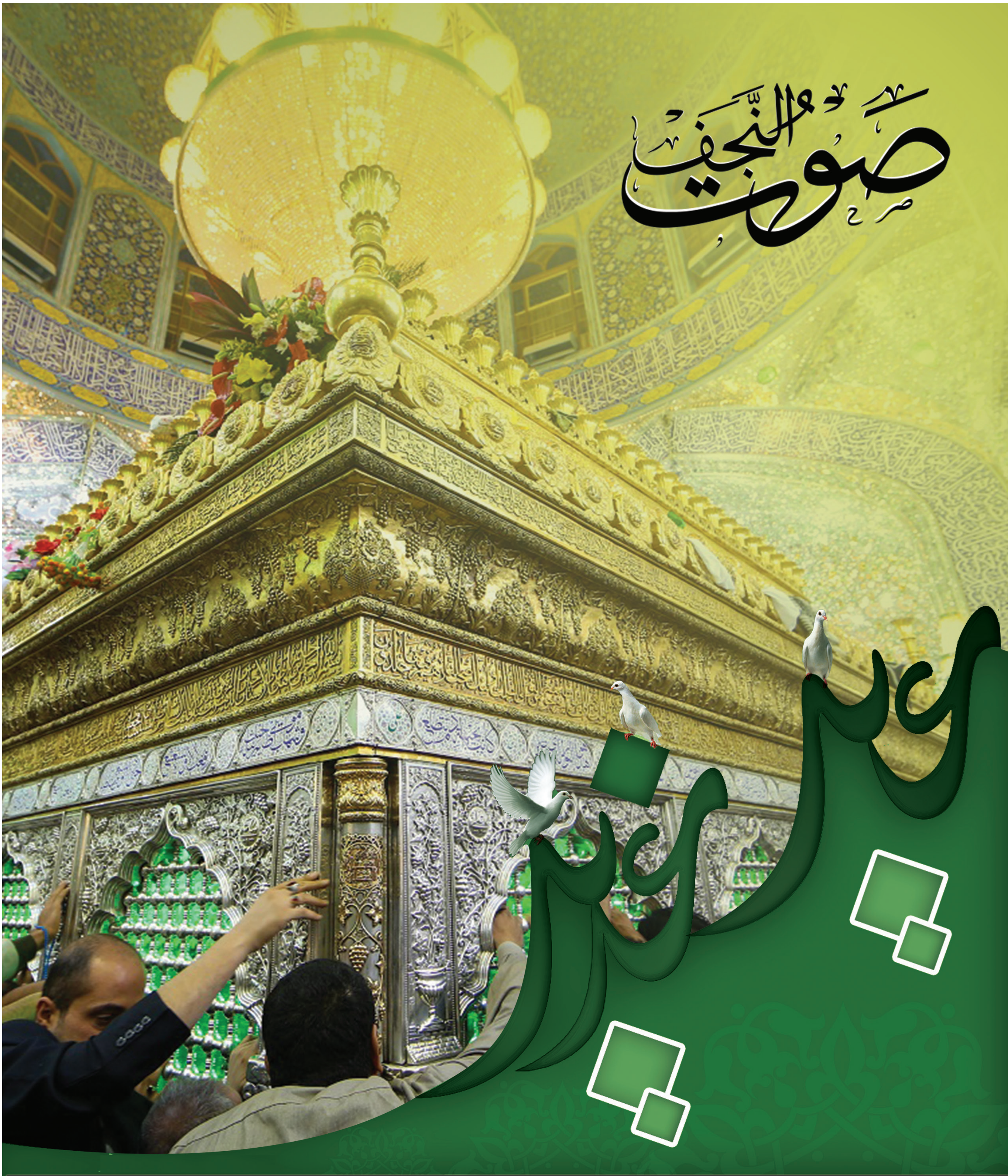

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله الوارف

ماہانہ علمی سماجی رسالہ شمارہ ۱۲ ذی الحجۃ ۱۴۳۵ ھ

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

سماحۃ الشیخ علی النجفی

نائب مدیر اعلی

نصیر الدین

انتظامی مدیر

شیخ قیصر عباس

نظارت

سید تنویر عباس رضوی

سید نسیم نقوی

معاون

شیخ محمد تقی ہاشمی

شیخ محمد مجتبیٰ نجفی

لیاقت حسین

فوٹو گرافر

حسین الجبوری



رسالے کی سالانہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لیے، ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647601601182



صوت النجف الاشرف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔


# فہرست


5 مخلوط نظام تعلیم

8 کتاب فضائل علی علیہ السلام کی ورق گردانی

15 نظام غلامی اور اسلام

16 اعلان غدیر اور ہماری ذمہ داریاں

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

# غدیر عہد و پیمان کا دن

**الحمد للہ... اما بعد... قال اللہ سبحانہ : وَ أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَ إِيَّايَ فَارْهَبُونِ** (بقرہ ۴۰)

(ترجمہ آیت: اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور تم لوگ صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو)

خداوندِ عالم نے اس آیت میں اس عہد و پیمان کی وفا کو واجب قرار دیا ہے کہ جو ہر انسان اپنے خدا کے ساتھ کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ جتنا انسان دین سے لگاؤ رکھتا ہوگا اور دین کی اہمیت کا معتقد ہو گا اس کے دل میں اتنی ہی خدا کے ساتھ عہد وپیمان کی اہمیت اجاگر ہوگی اور جتنی اس کی اہمیت روشن ہوگی اتنی ہی اس کے دل میں وفا کی رغبت مضبوط ہوگی اور جتنی رغبت بڑھے گی اتنی ہی وفا کے لئے آمادگی بڑھے گی اور اس عہد و پیمان میں انسان کی عقل خدا کے ساتھ عہد و پیمان کو پورا کرنے کے مقدمات فراہم کرنے کا سبب بنے گی۔

غدیر خم میں اعلان ولایت کا عقیدہ وہ عظیم کام ہے کہ جس کے ضمن میں ہر مؤمن کی گردن پر اس عہد و پیمان کی اہمیت اور اس کی وفا کا جذبہ اور اس عہد و پیمان کی بقا کے لئے ہر وقت تیاری اور وقت استعداد پیدا کرنے کو خدا نے وظیفہ شرعی و عقلی قرار دیا ہے اور روایات میں اس دن کو آسمان پر یوم العید المعھود اور زمین پر یوم المیثاق الماخوذ و الجمع المشھود کے نام سے یاد کیا گیا ہے ہم جب غدیر کو اپنا یا ہے اور غدیر میں ہونے والے اعلان کو اپنے ایمان کا اہم رکن سمجھا ہے تو ہم سب کا فریضہ ہے کہ اس عہد وپیمان کو اپنے دلوں میں مضبوطی سے محفوظ کریں اور اس عہد و پیمان کو دنیا کے کونے کونے تک آنے والی نسلوں تک پہنچائیں۔

ہر بچے کے پیدا ہونے کے فوراً بعد اس کے کان میں اذان و اقامت کے اندر شہادت ولایت علی کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے وقت سے ہی اس کی رگ و ریشہ میں اس کے جسم میں پیدا ہونے والے خون میں اس عہد وپیمان کی سرائیت ہو جائے۔

اس عہد وپیمان کی اہمیت کے پیش نظر ہمار اشیعہ ہونے کا دعویٰ کافی نہیں ہے اور اسی طرح ہمارے آئمہؑ کے بارے میں صحیح عقیدے کا دعوی ہماری نجات کا ذریعہ نہیں ہے جب تک ہم میں سے ہر شخص اس عہد و پیمان کی نشر و اشاعت اور آنے الی نسلوں میں حسبِ طاقت باقی رکھنے کی کوشش نہ کرے اسی لیے واجب ہے کہ ہم سب اپنے بچوں میں دیگر تعلیم سے آرستہ پراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس عہد وپیمان کی پابندی کی رغبت پیدا کریں تاکہ آنے والی نسلوں کا اس عہد پیمان کو باقی رکھنا نصب العین ہو جائے اور اس عہد پیمان کے لئے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے جشن برپا کریں تاکہ اس عہد وپیمان کی عظمت ہمیشہ زندہ رہے اور اس کے لئے جلسے برپا کرنا کہ جن میں علماء کرام اس عہد وپیمان کے جاری ہونے کے تہوار کو ایک مہم عید کی صورت دے کر اس کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں۔

اور یہ واضح رہے کہ اگر اس عہد وپیمان کی بنیاد نہ ڈالی جاتی تو دین اسلام ناقص رہ جاتا اور اس کے باقی رہنے کی ضمانت میسر نہ ہوتی اور اس مطلب کی طرف قرآن میں ارشاد رب العزت ہے : الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينا (مائدہ ۳) (ترجمہ آیت: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کردیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا ہے)

اس عہد وپیمان کی پابندی صرف عقیدہ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ انسان کی ہر حرکت و سکون میں اس کا اثر ہونا چاہئے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب ہم سب اپنی تمام زندگی خواہ وہ کاروباری ہو یا گھریلوزندگی یا ذاتی ضروریات پورا کرنا پیش نظر ہو ان تمام مراحل اور شعبوں میں اس عہد و پیمان کو سامنے رکھا جائے تاکہ انسان صحیح طور پر اس کی پابندی کرسکے۔

# حدیث غدیر و ولایت کتب اہل سنت میں

**سمع النبي صلى الله عليه و سلم يوم غد يرخم من كنت مولاه فعلى مولاه**

البخاري- التاريخ الكبير ج١ ص ٣٧٥

رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے دن فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔

قَالَ اللَّهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

مسند احمد ج ١ ص ١١٨ طبع ١

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں اے اللہ جو علی سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔

وَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْتَ وَلِيِّي فِي كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي . وَقَالَ : وسَدَّ أَبْوَابَ الْمَسْجِدِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ ، فَقَالَ : فَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ جُنُبًا ، وَهُوَ طَرِيقُهُ لَيْسَ لَهُ طَرِيقٌ غَيْرُهُ ، قَالَ : وَقَالَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُفَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

مسند احمد ج١ ص٣٣١ ط١

رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد ہر مومن کا تو ولی ہے (روای کہتا ہے)رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے سب دروازے بند کر دیے سوائے علی کے دروازے کے (روای کہتا ہے)کہ علی علیہ السلام مسجد میں ہر حالت میں داخل ہوتے تھے اور وہی علی کا راستہ تھا کوئی اور راستہ نہ تھا(روای کہتا ہے)کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔

فقال...... إن عليا مني وأنا منه وهو ولي كل مؤمن بعدي

سنن ترمذی ج٥ /ص ٦٣٢

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور علی میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔

فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا بَلَى قَالَ أَلَسْتُ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ قَالُوا بَلَى قَالَ فَهَذَا وَلِيُّ مَنْ أَنَا مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ اللَّهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ

سنن ابن ماجه ج ١ ص ٤٣

پس رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا کہ کیا میں مومنوں کی جانوں سے بڑھ کر ان پر حق نہیں رکھتا سب نے کہا بالکل ! فرمایا کیا میں ہر مومن کی جان سے اس پر زیادہ حق نہیں رکھتا سب نے کہا کہ بالکل ہاں ! فرمایا کہ یہ (علی علیہ السلام ) ہر اس کے ولی ہیں جس کا میں مولا ہوں اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔

قَالَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

سنن الكبرىٰ للنسائی ج ٥ ص٤٥

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔

# مخلوط نظام تعلیم

المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ الوارف



میرے سٹوڈنٹس بیٹو اور بیٹیو! یاد رکھیں خواتین اور مردوں کا اختلاط اور Mixing ایک بہت خطرناک فتنہ اور بہت بڑی مصیبت اور مشکل ہے اور یہ مصیبت اور فتنہ فقط طلاب اور طالبات تک محدود نہیں بلکہ پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آچکا ہے اور ایک بہت بڑی مصیبت کی شکل اختیار کرچکا ہے کہ جس میں خشک و تر سب ہی جل رہے ہیں لیکن کالجوں، یونیورسٹیوں اور سکولوں میں یہ فتنہ انتہائی خطرناک اور بہت ہی برے اثرات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کے اختلاط اور Mixing سے مراد فقط یہ نہیں کہ لڑکا اور لڑکی دونوں ساتھ ساتھ یا جڑ کر بیٹھے ہیں بلکہ Mixing سے میری مراد لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ملاقاتوں، ایک دوسرے سے میل جول، پارٹیوں اور راتوں میں اکٹھا جاگنے کی آزادی ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ دونوں صنفوں میں فطرت کی طرف سے موجود خواہشات اور نفسانی آرزوئیں کبھی کبھی عقل، تعلیمی شوق، دینی مراتب میں ترقی کی کوشش، اخلاق، اور عفت و پاکیزگی پر مشتمل روایتی رسم و رواج پر غالب آجاتی ہیں پس اس طرح سے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی خطرے اور حرام کے ارتکاب کا شکار ہو جاتے ہیں اور شاذو ونادر ہی کوئی لڑکا اور لڑکی شرعی طور پر نکاح کرکے اس حرام سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں لیکن یہ بات واضح ہے کہ بہت سے حرام فعلوں کے ارتکاب کے بعد دونوں نکاح کرنے پر رضا مند ہوتے ہیں اور اگر نکاح بھی کر لیا جائے تو اس سے فقط اسٹوڈنٹ حرام سے محفوظ ہو جائے گا لیکن یہ شادی اور نکاح اسٹوڈنٹ کے عزم اور ارادہ کو تباہ کردے گا اور وہ فقط اپنی نفسانی خواہشات کا ہی سامنا کرتا رہے گا اور دنیا کی سب سے افضل چیز یعنی علم کے اوپر اپنی خواہشات کو ترجیح دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسٹوڈنٹ کو کسی اعلیٰ تعلیمی مرتبے تک پہنچنے سے پہلے شادی کرنے سے منع کرتے ہیں۔ شہید ثانی اپنی کتاب ''منیۃ المرید''میں کہتے ہیں ''جب تک اسٹوڈنٹ کسی اعلیٰ اور آخری علمی مرتبہ تک نہ پہنچے اسے شادی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ شادی ہماری تعلیم میں رکاوٹ بننے والا سب سے بڑا مانع اور تعلیمی وقت کو برباد کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے بلکہ شادی ہی تعلیم کے لئے ہر طرح کی رکاوٹ ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ''شادی تعلیم کے لئے قاتل ہے'' اور یہ بات وجدانی اور واضح ہے اور کسی قسم کے شاہد یا مثال کی محتاج نہیں ہے۔ اگرچہ شادی کی وجہ سے اسٹوڈنٹ فکری اور اخلاقی فساد سے محفوظ ہوجاتا ہے لیکن تعلیمی میدان میں بہت

پیچھے رہ جاتا ہے عربی زبان میں ایک محاورہ ہے کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ "جب پیاز چھیلنے سے آنکھوں میں پانی آجائے تو اس وقت کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی"۔

نکاح اور شادی کی ترغیب کے بارے میں موجود روایات سے اسٹوڈنٹ کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ روایات ایسی صورت حال کے بارے میں ہیں کہ جب شادی کسی ایسی ذمہ داری کی ادائیگی میں حائل نہ ہو کہ جو شادی سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور تعلیم کے حصول سے بڑھ کر نہ توکوئی افضل ذمہ داری ہے اور نہ کوئی فرض۔ اور خاص طور پر اس زمانے میں تعلیم اور اعلیٰ تعلیمی مراتب کا حصول ہر اسٹوڈنٹ پر یا تو واجب عینی ہے یا پھر واجب کفائی ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلمان ممالک میں موجود پڑھے لکھے مسلمان افراد اپنی تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے ناکافی ہیں لہٰذا تعلیم حاصل کرنا ہر ایک پر واجب ہے اور اعلیٰ تعلیمی مراتب تک پہنچنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے اور اسٹوڈنٹ کے لئے تعلیمی میدان میں سستی اور کاہلی کرنا حرام ہے۔

لڑکے، لڑکیوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا اور مکس ماحول کہ جس کے بعد خواہشات پر کنٹرول مشکل ہوجاتا ہے قطعی طور پر عذر نہیں بن سکتا بلکہ یہ سب شیطانی چالیں اور وسواس ہیں Co-education میں بھی عاقل اسٹوڈنٹ اپنے لئے ایک خاص راستہ کو اختیار کر سکتا ہے ارشادِ قدرت ہے:

قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم ، ان الله خبير بما يصنعون . وقل للمؤمنات يغضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها ، وليضربن بخمرهن على جيوبهن. (سورۃ النور آیت ۳۰،۳۱)

یعنی: مؤمنین سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہی ان کے لئے سب سے زیادہ پاکیزگی ہے بیشک اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے واقف ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔ اور مومنات سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اس کے جواز خود ظاہر ہو۔ اور اپنے دوپٹہ سے اپنے گریبان کو ڈھانپ کر رکھیں۔

Studentsکے لئے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ قیامت کے دن اس سلسلہ میں اس سے کسی قسم کا بھی عذر یا بہانہ قبول نہیں کیا جائے گا مثلا اس کا یہ کہنا کہ میرے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا، یا یہ سب میرے ارادہ کے بغیر ہوا یا میں کسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کونہیں روک سکتا ہوں وغیرہ وغیرہ یہ سب بہانے قیامت کے دن خدا کے عذاب سے نہیں بچاسکیں گے۔ نہ جانے کتنے زیادہ پاک دامن جوان لڑکے اور لڑکیاں ہیں کہ جو فسق و فجور، اخلاقی بے راہ روی اور لادینی سے لبریز علاقوں میں رہتے ہیں پس یہ پاک دامن لڑکے اور لڑکیاں قیامت کے دن ان لوگوں پر حجت ہوں گے کہ جو صراطِ مستقیم سے پھسل کر شیطانی راہ پہ چلنے لگے۔

اگر نعوذ باللہ کسی اسٹوڈنٹ کا کوئی دین نہیں ہے کہ جو اسے شریعت کے قوانین کی خلاف ورزی اور حرام کاموں سے روکے تو کم از کم اس میں تعلیم کے حصول کی لالچ اور خواہش تو ہونی چاہیے اعلیٰ علمی مراتب تک پہنچنے کا عزم تو اس کے اندر موجود ہونا چاہیے پس جب کسی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شوق، عزم اور مضبوط ارادہ ہو تو یہ عزم اور ارادہ اسے اخلاقی فساد اور بے راہ روی کے گڑھے میں پھسلنے سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ آزاد رہتا ہے اپنی خواہشات کا غلام نہیں بنتا۔ حضرت علی فرماتے ہیں:

"لا تكن عبدا غيرك و قد جعلك الله حرا" .

یعنی: تم کسی کے غلام نہ بنو یقینا خدا نے تم کو آزاد قرار دیا ہے۔

اسٹوڈنٹ کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم کے حصول کے لئے اپنی جدوجہد اور کوشش میں کسی قسم کی بھی سستی اور کاہلی نہ کرے باقاعدگی سے اپنی کلاس اور پیریڈز (Periods) میں حاضر ہو، اپنے Subject سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کرے اور ٹیچر کے لیکچر اور اس کی گفتگو کو غور سے سنے اور اپنے کسی ایسے Class fellow کے ساتھ اسکا مباحثہ و مذاکرۃ کرے کہ جو اس کی طرح بلند مقاصد اور اعلیٰ علمی مراتب کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اسی طرح میری طالبات بیٹیوں کو بھی چاہیے کہ اپنے ساتھ پڑھنے والی کسی شریف اور لائق لڑکی کے ساتھ مل کر پڑھے گئے ابواب اور مضامین کو دہرائیں اور اس کے بارے میں آپس میں مباحثہ کریں۔

اسٹوڈنٹ کو تعلیم اور پڑھائی کی خاطر اپنے آرام اور کھیل کے وقت میں خلل کی پروانہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت پڑھائی کے لئے صرف کرنا چاہیے اور ہمیں دیکھنا چاہیے کہ سب سے افضل اور اشرف مقصد کیا ہوسکتا ہے؟ تو ہم کہہ چکے ہیں سب سے افضل و اشرف چیز علم ہے اور اس کے حصول کا مقصد بھی سب سے اشرف ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص بھی کسی بڑی چیز کی تمنا کرتا ہے اسے راتوں کو جاگنا ہی پڑتا ہے ایک شاعر کہتا ہے:

من رام وصل الشمس حاک خیوطها
سببا الی آمله و تعلقا

یعنی: جس کا ارادہ سورج تک پہنچنے کا ہو وہ سورج کے دھاگوں (کرنوں) کی رسی بن کر اوپر چڑھتا ہے اور یہ اس کی نیت اور اس کے ساتھ تعلق کا نتیجہ ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شيء فان الله به عليم''. (سورۃ آل عمران آیت ۹۲)

یعنی: تم نیکی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ خدا میں خرچ نہ کرو اور جو بھی تم خرچ کروگے خدا اس سے باخبر ہے۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ انسان کے نزدیک سے محبوب ترین چیز اس کی زندگی اور صحت ہوتی ہے اور علم و تعلیم سے زیادہ کوئی چیز پاکیزہ اور مقدس نہیں ہوسکتی کیونکہ علم و تعلیم سے ہی قومیں زندہ ہوتی ہیں، علم سے ہی دوسری قوموں سے برتری سربلندی اور کامیابی حاصل ہوتی ہیں، تعلیم اور علم سے ہی خدا کی عبادت ہوتی ہے اور دین پہچانا جاتا ہے۔ پس اسٹوڈنٹ کو چاہیے کہ سب سے بڑی نیکی کے حصول یعنی علم کے حصول کے لئے زندگی اور آرام سے بھی بڑھ کر جو چیز ہو اسے بھی قربان کردے۔

# اسلام اور جنسی آزادی

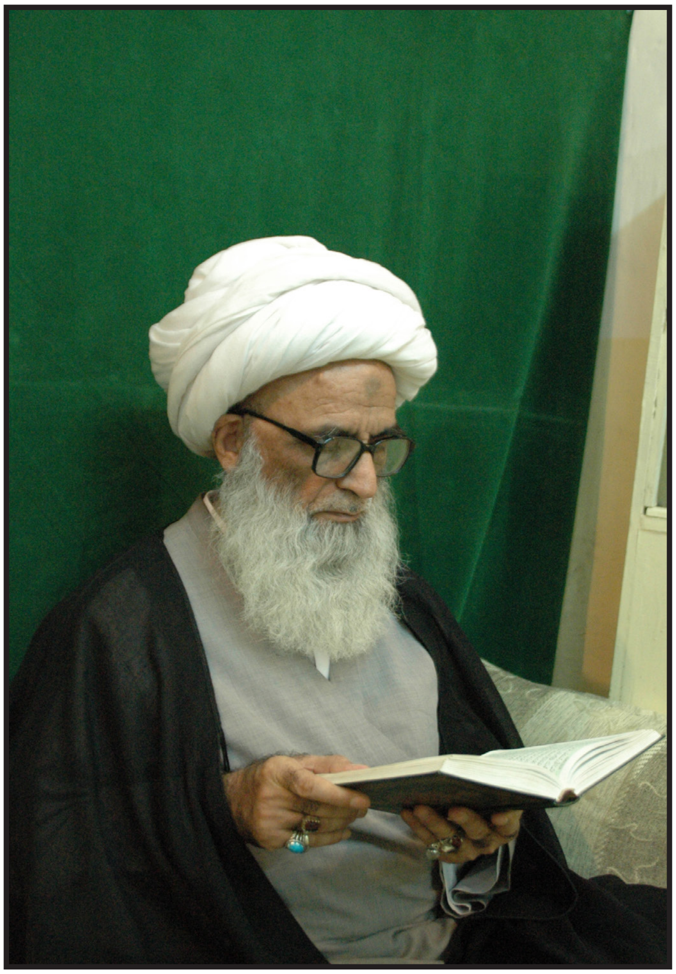

بعض لوگ آزادی کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں اور وہ مفہوم یہ ہے کہ انسان جب چاہے جو چاہے کرے اس غلط مفہوم کو غیر زیرک لوگ اپنا طبعی و فطری حق سمجھتے ہیں اور واضح ہے کہ اگر حریت اور آزادی کا یہ معنی لیا جائے تو یہ معاشرہ درندوں کا جنگل بن جائے گا جس میں کسی کی زندگی اور عزت محفوظ نہیں رہے گی۔

آزادی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ مقتضیٔ طبیعت بشر کو پیش نظر رکھ کر اس کے لئے لائحہ عمل نصب العین کی حیثیت سے مشخص ہو اس طرح ہر انسان اس راستے کے ڈھانچے میں اپنی تمام خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور یہ مفہوم آزادی انسان کے تمام مراحل زندگی میں کام آتا ہے اس آزادی میں ہر انسان آگے بڑھ سکتا ہے دنیا و آخرت کی بہبودی سے فقط آشنا ہی نہیں بلکہ اس سے فیضیاب بھی ہو سکتا ہے۔

جنسی آزادی کی تشخیص بھی اس حد بندی اور قانون کی روشنی میں ہوگی البتہ وہ قانون کے ڈھانچے کے اندر اپنی زندگی سنوار سکے اور پھر ہر قسم کی معقول آزادی سے فائدہ اٹھا سکے ، ضروری ہے کہ مقتضیات طبیعت بشر کو سامنے رکھ کر صحیح قانون کا ڈھانچا نصب العین اور صحیح عمل میسر ہو۔

دنیا کے تمام قوانین خواہ وہ عائلی ہوں یا سیاسی ہوں یا سماجی سب زندگی کے حوادث کے ٹکراؤ سے پیدا ہونے والے عمل کا نتیجہ ہیں اس وجہ سے ہمیشہ یہ قوانین ترمیم و تنسیخ تبدیلی کے محتاج رہتے ہیں اور صحیح قانون وہ ہے کہ جس میں تمام نوعِ بشر انسانی کی ضروریات اور مقتضیات کو پیش نظر رکھا جائے اور یہ صرف وہی کر سکتا ہے جو کہ طبیعت بشر سے پوری طرح واقف ہو اور اس کی ضروریات کو پیش نظر رکھے اور مقتضیات افراد کے تصادم اور تجاذب سے بھی محفوظ رکھے اور یہ کام صرف خالق بشر ہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہے اس کے لئے مفید اور مضر اس کی تمام ضروریات اس کی ذاتی، روحی ، جسمی ، سیاسی، اجتماعی ضرورت سے واقف ہے۔

لہٰذا ہم قانون الٰہی کو انسان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سامنے رکھیں جس میں زندگی کا وہ ڈھانچہ موجود ہے جس میں انسان کی دونوں صنفوں کی زندگی ضروریات بہتر و احسن طریقے سے پورے ہو سکتی ہیں بشر طیکہ کہ ہر انسان اس کی پابندی کرے اور اس کو صحیح لائحہ حیات کے طور پر قبول کرے۔

حجاب کا مسئلہ:

انسان کی اپنی حقیقت اور اس کی مفید اور مضر چیزوں سے غفلت یہ تصور دیتی ہے کہ پردہ انسان کو آزادی سے محروم کرتا ہے حالانکہ وہ لوگ جو اس حقیقت سے آگاہ ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ فطرت حقیقت انسان کو اگر بے باگ ڈور چھوڑ دیا جائے تو کسی مقدار میں بھی آزادی کو کافی نہیں سمجھے گا بلکہ ہمیشہ مزید سے مزید رغبات کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔

یورپ میں بے پردگی سے جو مصیبتیں پیدا ہوئی ہیں جہاں عورت کو مرد کے لئے آلہ لذت بنا دیا گیا ہے اور وسیلہ کسبِ معیشت سمجھا جاتا ہے عورت کی حیثیت کو اتنا کم کر دیا گیا ہے کہ اس کو چھوٹی سی چھوٹی چیزوں کی فروخت کی مشہوری (ایڈورٹائز منٹ) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس بے پردگی سے صرف یہ مقصد لیا جاتا ہے کہ ہر عورت ہر وقت ہر مرد کی آنکھوں کی رغبت کو پورا کرنے کے لئے ہے اور وہ ایک عورت اور دوسری عورت اور اس طرح باقی عورتوں کو اپنی لذت کا ذریعہ بناتا ہے اور اس سے وہ سیر نہیں ہوتا اور اس طرح عورت مرد کے لئے آلہ کار بن کر رہ گئی ہے اور یہ ظالم عورت کی ذات کی پامالی کو آزادی کے نام سے موسوم کرتے ہیں تاکہ عورت اس طرح ہمیشہ دھوکے میں رہے اور اپنے ذاتی خسارے کی طرف متوجہ بھی نہ ہو سکے اسی طرح ہمیشہ کے لئے عورت کی عزت ، کرامت اور شرف کو پامال کر دیا گیا ہے کیونکہ اسلام ایک لائحہ عمل ہے کہ جس کو خالقِ کائنات نے بنایا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی صحیح زندگی کے لئے کیا درست ہے اور کیا درست نہیں ہے جیسا ڈاکٹر ہی بتا سکتا ہے کہ مختلف بیماریوں سے کیا کرنا چاہئے اسی لئے مذکورہ قانون کے ذریعہ عورت اور مرد دونوں کی رغبات محبتوں اور صحیح آزادی کو ایک صحیح قانونی ڈھانچے میں ڈھالنے کے لئے نظام خلق فرمایا ہے جس میں عورت کی عزت بھی محفوظ رہے اور اس کو صرف اس کے شوہر کے ساتھ مشترکہ لذت کا وسیلہ بنایا ہے اور اسی طرح عورت کے لئے بھی صرف اس کا مرکزِ لذت اور آسودگی صرف اس کا شوہر ہے اسی طرح عورت کی عزت محفوظ ہوگی اور سلامتی نفس، بدن ، درستگی اخلاق اور رستگاری دنیا اور آخرت بھی ہوگی اس لئے حجاب عورت کی عزت ،شرف ، کرامت اور حقیقت آسودگی کا ضامن ہے۔

# کتاب فضائل علی علیہ السلام کی ورق گردانی

تحریر الشیخ علامہ محمد علی فاضل دام عزہ

اگر چہ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں گفتگو نہایت ہی دشوار کام ہے ، لیکن ہم اپنی بساط کے مطابق "خلیفۃ اللہ "کے نمونہ کامل کی زندگی کے بعض گوشوں پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں گے تاکہ اس طرح سے ہم خود اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں ۔ آنجنابؑ کے فضائل و مناقب اس قدر ہیں کہ جب کسی بزرگوار شخصیت سے اس بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا : "میں اس شخص کے بارے میں کیا بتا سکتا ہوں کہ جس کے فضائل حسد اور کینہ کی وجہ سے دشمنوں نے اور اپنی جان کے خوف کی بنا پر دوستوں نے چھپائے ، لیکن پھر بھی اس قدر زیادہ ہیں کہ یہ دنیا ان کیلئے ناکافی ہے "۔ اس قول کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ : "یا علیؑ ! آپ کی فضیلت کی کتاب کیلئے سمندر کا پانی بھی ناکافی ہے کہ اس کے صفحے شمار کرنے کیلئے میں انگلی کو تر کروں اور صفحوں کو شمار کروں ۔ آنجنابؑ کے فضائل اس قدر ہیں کہ صرف آپ کے ماننے والوں یعنی شیعو ں ہی نے ان کے بارے میں بحث و تفصیل سے کام نہیں لیا بلکہ مختلف ادیان و مذاہب کے پیروکاروں نے بھی دل کھول کر اس بارے میں بحث کی ہے اور اپنی اپنی علمی بساط کے مطابق ہزاروں کتابیں تحریر کی ہیں ، زیبا قصائد اور غزلیں پیش کی ہیں ، تاریخ بشریت میں ہمیں ایسی کوئی ہستی نظر نہیں آتی جو مختلف ادیان ، ملل اور اقوام میں اس قدر محبوبیت کی حامل ہو جتنا آپ کی ذات ہے ۔

حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل اور مناقب
کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۱۔ غیر کسبی فضائل ۔
۲۔ کسبی فضائل ۔

شخصیت علوی کے غیر کسبی فضائل کی اہمیت غیر کسبی فضائل سے مراد آپؑ کے وہ فضائل ہیں جن کے حصول میں آپؑ کی ذات والا صفات کا کوئی عمل دخل نہیں ، بلکہ یہ فضائل مکمل طور پر غیر اختیاری ہیں اگر چہ یہ فضائل آپ کی ذات کیلئے باعث شرف و افتخار ہیں لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انہی فضائل کی وجہ سے آپ کی شخصیت اجاگر ہوتی ہے، ایسے فضائل کا ایک واضح نمونہ آپؑ کی کعبہ معظّمہ میں ولادت باسعادت ہے ، ابتدائے تخلیق آدمؑ سے لے کر قیام قیامت تک آپ کو کوئی ایسا انسان نہیں ملے گا جو اس طرح کی فضیلت کا حامل ہو ، اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت صرف اور صرف آپؑ ہی کی ذات والا صفات کو عطافرمائی ہے۔ اس بے نظیر واقعہ کی اہمیت کو کم کرنے ، اس میں شک و تردید پیدا کرنے اور اس کے آثار کو مٹانے کیلئے دشمن نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ، لیکن ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کے مصداق دوست اور دشمن نے اس بے مثال اور بے نظیر واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے ، تاریخ کی ناقابل تردید اور حتمی شہادت کے مطابق علی بن ابی طالب علیہ السلام کے علاوہ کائنات میں کوئی دوسرا شخص "مولود کعبہ " کے عنوان سے متعارف نہیں اور یہ فضیلت صرف آپؑ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور اس میں

نہ تو کوئی نبی ، نہ کوئی ولی ، نہ امام حتی کہ ذات پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک نہیں ہے اور نہ اس فضیلت کے حامل ہیں۔ البتہ اس فضیلت کے حصول میں حضرت امیرؑ کا کوئی ذاتی عمل دخل نہیں ہے بلکہ ، یہ آپ کو ذات کردگار کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور یہ ایسی فضیلت نہیں ہے جس کی کوئی تقلید کرسکے یا توقع رکھے کہ اسے یا اس کی اولاد کو نصیب ہوگی ۔

اگر چہ یہ مخصوص فضیلت آپ کیلئے خداوند عالم کی طرف سے ایک خصوصی عطیہ ہے ، لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے تمام انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین میں سے صرف آپؑ کو ہی کیوں عطا فرمائی ؟ ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جناب رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ، جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام سے کہیں بالاتر ہے مگر ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت حضور رسالتمآبؐ کو نہیں بلکہ ولایت مآبؑ کو کیوں عطا فرمائی ہے ؟ یہ خود خدا ہی بہتر جانتا ہے !!۔

یہاں پر اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اصولی طور پر اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے جو بعض کرامتیں اپنے بعض اولیاء کو عطا فرمائی ہیں یقیناوہ کسی خاص مصلحت ہی کی بنا پر عطا فرمائی ہیں جس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ صاحب کرامت انسان باقی تمام انسانوں پر برتری کا حامل ہوتا ہے ، مثلاً حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی گہوارے میں بولنا شروع کردیا تھا ، جبکہ لوگ ان کی ولادت کے بعد ان کی والدہ گرامی کے گرد اکٹھے ہو کر انہیں ناروا نسبتوں سے منسوب کرنے لگے اور کہنے لگے :"مَاكَانَ اَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَاكَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا" (مریم / ۲۸) تمہارے خاندان میں ایسا کوئی شخص نہیں گزرا جس نے تمہارے جیسا نا پسندیدہ کام انجام دیا ہو ، یہ کیسے ہوگیا کہ تم نے شادی کے بغیر اس بچے کو جنم دیا ؟ یہ سن کی حضرت مریمؑ نے امر الٰہی کے مطابق بچے کے گہوارے کی طرف اشارہ کیا ، گویا وہ زبان حال سے کہہ رہی ہیں کہ :" اس بچے سے سب کچھ پوچھ لو!" تو وہ لوگ تعجب کرکے کہنے لگے :"كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا" (مریم / ۲۹) جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے ہم اس سے کس طرح بات کریں ؟

اسی اثناء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارے میں قدرت خدا سے گویا ہوئے :" اِنِّي عَبْدُاللهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا" (مریم /۳۰) میں خدا کا بندہ ہوں ، خدا نے مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے کتاب عطا کی ہے ۔

یہ فضیلت تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی حاصل ہے حتیٰ کہ اسلام کے گرامی قدر پیغمبرؐ بھی اس کے حامل نہیں ہیں چونکہ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ یہ فضیلت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی میں ظاہر ہو ۔

حضرت امیر علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ آنجنابؑ کا خانہ کعبہ میں پیدا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپؑ ، حضرت رسول گرامیؐ سے افضل ہیں بلکہ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ ولادت سے پہلے ہی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے تاکہ تمام لوگوں کی توجہ اسی طرف مبذول ہوجائے اور آپؑ کا مقام دنیا میں تا قیامت بلند و بالا رہے آپ کیلئے ایسی فضیلت کا اظہار اس لئے بھی ہے تاکہ اگر کوئی شخص حق کا متلاشی ہو تو اسے ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور وہ اس مقام رفیع کے حامل کے دروازے پر چلا آئے ۔

چونکہ سرکار رسالتمآبؐ کے بعد ، آپؑ کا یہ بوجھ حضرت علی علیہ السلام نے اٹھانا تھا اور حکومت اسلامی کا نمونہ پیش کرنا تھا لہٰذا حکمت الٰہی کا تقاضا یہی تھا کہ آپؑ ابتدائے ولادت ہی سے ایسی صفات کے حامل ہوں کہ لوگوں کی توجہ آپ کی طرف ہو اور دنیا کو معلوم ہو کہ وہ مردِ مافوق انسان آپ ہیں ۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے بارے میں روایات میں آیا ہے : آپؑ کی مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسے "یعسوب "یعنی شہد کی ملکہ مکھی کی ہوتی ہے دوسری مکھیوں کی نسبت ، جو اگرچہ ایک جنس کی ہوتی ہیں لیکن ملکہ کو دوسری مکھیوں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے ، تمام مکھیاں ، اسی یعسوب (ملکہ ) کے طفیل وجود کا جامہ پہنتی ہیں اور اس کی خدمت گزار ہوتی ہیں ۔

بہر حال امیر المومنین علیہ السلام کے بعض فضائل بطور کامل خداوند متعال کی جانب سے آپ کو بطور عطیہ ملے ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے فضائل ہیں جو صرف اور صرف آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور ابتدائے عالم سے لے کر قیام قیامت تک ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے ۔

اس طرح کے مطالب کو ہمارے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہوجائے کہ خلاق عالم نے اس کائنات کیلئے کیسا گراں بہا گوہر خلق فرمایا ہے اور یہ بلند مرتبہ شخصیت کس حد تک خداوند عالم کو عزیز ومحبوب ہے !! تاکہ اس طرح سے ہمیں اس بات کا پتہ چلے کہ عالم انسانیت کیلئے اس کی رہبری اور قیادت کس قدر اہمیت کی حامل ہے خدا نے اس کی ولادت گاہ کو بھی دوسروں سے جداگانہ قرار دیا ہے ۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے لوگ حتی کہ وہ لوگ بھی جو ان کے ہم عصر اور ہم زماں تھے اور ان کے فضائل خود رسول خدا(ص) کی زبانی سن چکے تھے مگر ان کی فضیلت اور دوسروں پر برتری کو درک نہیں کرسکے ، کیونکہ ان کے دل نور معرفت سے خالی تھے انہوں نے آپ کو دوسرے عام آدمیوں کی طرح سمجھا ہوا تھا اور آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں ، ہاں البتہ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپؑ کی تھوڑی بہت فضیلت کے قائل ہیں ، ایسے لوگوں کی آنکھیں حق و حقیقت کے آفتاب عالمتاب کی روشنی کو دیکھنے سے قاصر ہیں ۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے : "فَإِنَّهَالَا تَعْمَى الْأَبْصَارُوَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ" (حج / ۴۶) درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہیں وہ دل اندھے ہیں جو سینوں میں موجود ہیں ۔

یہ بات بھی نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ دورِ حاضر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو خود کو آنجنابؑ کا پیرو کار بھی سمجھتے ہیں لیکن اپنی طرف سے بے سمجھے ، نادانی اور حماقت کا ثبوت اپنی بے معرفتی کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور امیر المومنینؑ اور دوسرے عام لوگوں کے درمیان کسی قسم کے درمیان فرق کے قائل نہیں یایوں کہئے کہ انہیں اپنے جیسا ایک عام انسان سمجھتے ہیں ۔

ہمارے اس دور میں جبکہ مختلف شیطانی شکوک و شبہات عام رائج ہوچکے ہیں ہماری بعض مجالس ، حتی کہ مدرسوں ، سکولوں ،کالجوں یونیورسٹیوں اور عوامی خطابات میں بعض اوقات کچھ لوگ بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ یہاں تک بھی کہہ دیتے ہیں کہ :" پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ علیہم السلام کی

شخصیت کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے درحقیقت ایک انسان سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں اور ان میں واقعیت کا عنصر ذرہ بھر بھی موجود نہیں"۔ وہ کہتے ہیں : "وہ بھی دوسرے عام انسانوں کی طرح تھے" حتی کہ بعض اوقات وہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ "ان کے نام پر صلوات کیوں پڑھتے ہو ؟" انہیں سلام کیوں کہتے ہو ؟" ان میں سے کسی شخصیت کے نام پر احتراماً کھڑے کیوں ہوجاتے ہو ؟" وغیرہ ایسے لوگوں کے لئے ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں : "وَمَنْ لَّمْ يَجعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْراً فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ"(نور/۴۰) جسے اللہ نے نور عطا نہیں فرمایا اس کیلئے کوئی بھی نور نہیں ہے ۔

جی ہاں ! "فَمَنْ يَهْدِي مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ"(روم/۲۹) جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اسے کون ہدایت کر سکتا ہے ؟ البتہ ہر صورت میں ایسے شکوک و شبہات کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اور اپنے بعض نوجوانوں اور جوانوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے ایسے شبہات کا جواب ضرور بتانا چاہئے ۔

۲۔غیر کسبی فضائل :

غیر کسبی فضائل کی ایک دوسری قسم باوجودیکہ ان میں منشاء الٰہی کارفرما ہے پھر بھی وہ آپ کی ذات ، صفات ، سیرت ، کردار ، رفتار اور گفتار میں بہت اثرانداز ہیں ۔

خانہ کعبہ میں ولادت نے آپ کی شخصیت میں تبدیلی پیدا نہیں کی بلکہ یہ ایک عطیہ الٰہی اور کرامت ربی ہے تاکہ دنیا کو اس طرف متوجہ کیا جائے کہ علیؑ اور دوسرے تمام عام انسانوں میں بڑا فرق ہے ، لیکن کچھ غیر اکتسابی اور خداداد فضائل جو امیر المومنین علیہ السلام اور دوسرے انبیاء و اولیاء کو عطا ہوئے ہیں وہ ان کی تشکیل سیرت و کردار اور شخصیت کے سدھارنے میں بڑی حد تک کارفرما ہیں اور وہ ہیں درک و فہم ، بیدارِ دل اور باصفا روح ۔

البتہ ہم یہ نہیں جانتے کہ اس قسم کے عطیوں اور عنایتوں کی حقیقت کیا ہے ؟ ہم توصرف ان کے آثار کا ادراک کرسکتے ہیں ہم ان کے دل کی نورانیت اور باطن کی پاکیزگی کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن جو قرائن و آثار ان کے مقدس وجود سے نقل ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ہم ان کی تعبیر صرف ان الفاظ میں کر سکتے ہیں کہ یہ آثار نتیجہ ہیں ان کے قلب کی نورانیت اور روح کی پاکیزگی اور صاف ہونے کا اور ان بزرگواروں کا وجود "نورانی وجود" ہے اور یہ تعبیر قرآن پاک اور بے شمار روایات سنی و شیعہ میں ذکر ہوئی ہے ۔

روایات کی رو سے حضور پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام نورانی وجود کے حامل ہیں اور قبل اس کے کہ وہ اس دنیا میں جسمانی وجود کی صورت میں ظاہر ہوں خداوند عالم نے ان کے نور کو خلق فرمایا ۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو : بحارالانوار جلد ۲۴ باب ۲۳ روایت ۱۳ ، جلد ۲۶ باب ۸ روایت ۱۸ اور جلد ۳۵ باب اول روایت ۲۵ ۔

البتہ ہم ان تعبیرات کی حقیقت کو درک کرنے سے قاصر ہیں اور یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ آیا وہ اس نور کی جنس سے ہیں جسے ہماری آنکھیں مشاہدہ کرتی ہیں ؟ یا کوئی اور نور ہے ؟ ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں کہ ان بزرگ وار ہستیوں کی حقیقت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے ، باشرف اور مقدس ہے ، ان کی ہستیوں کے تعارف کیلئے ہمارے پاس "نور" سے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ قیمتی کوئی اور عنوان نہیں ہے ، جو ان کیلئے استعمال کر سکیں ، جیساکہ ہم خداوند تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں : "اَللّٰهُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض"(سورہ نور/ ۳۵) اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے ، اس سے زیادہ مناسب لفظ ہمارے پاس کوئی اور نہیں جسے ہم استعمال کر سکیں اور بتا سکیں کہ خداوند عالم کا عالم ہستی کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے ۔

خدا وند عالم فرماتا ہے : "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" جبکہ روایات میں آیا ہے کہ : "اللہ تعالیٰ نے ایک نور کو خلق فرمایا جسے آدمؑ کی تخلیق کے بعد ان کی صلب میں قرار دیا"۔ (بحارالانوار جلد ۳۵ باب ۳ روایت ۳۳) اب اس مقام پر ہم ایک مرتبہ پھر اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ صلب آدمؑ میں نور کے مقرر ہونے کا کیا مفہوم ہے ؟ البتہ بہت زیادہ مقدار میں روایات کی تعبیر کو نقل کیا گیاہے جن میں سے بیشتر تعداد کی روایات اہل سنت کی ہیں جس میں اس قسم کی تعبیرات کو نقل کیا گیے ہے کہ : "نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ حضرت عبدالمطلبؑ کی صلب تک پہنچ گیا اور اس مرحلہ تک پہنچنے کے بعد اس کے دو حصے کئے گئے ایک حصہ صلب عبداللہؑ میں رکھا گیا جس سے پیغمبر اکرمؐ پیدا ہوئے اور ایک حصہ صلب ابو طالبؑ میں قرار پایا جس سے حضرت علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی "باالفاظ دیگر حضرت عبدالمطلبؑ کی صلب تک یہ نور اتحاد کا حامل تھا اور "نورواحد" تھا ۔ (بحارالانوار جلد ۲۴ باب ۶۷ روایت ۵۹ )

ہم بلکہ ہم سے بزرگ تر افراد اس نور کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہیں اور ہم اس کی مکمل توصیف و تعریف کرنے سے قاصر ہیں اس نور کا خصوصی تعلق سرکار رسالتمآب حضرت امیرؑ ، جناب فاطمہ زہراؑ اور ان کی اولاد امجاد میں سے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہے ۔

یہ نورانی حقیقت کچھ اس طرح کی ہے کہ جب یہ بزرگوار ہستیاں اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھیں اس وقت بھی کمال عقل ، قدرت ، ادراک اور فہم کے لحاظ سے دنیاکے دوسرے لوگوں سے اعلیٰ اور برتر تھیں ۔

ہو سکتا ہے کچھ لوگ ہماری ان باتوں پر تعجب کریں لیکن یہاں پر تعجب کی کوئی بات نہیں ہے ، کیونکہ اس قسم کی باتیں ان بزرگواروں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بھی دیکھنے میں آجاتی ہیں ، مثلاً عمومی حالات میں کس قدر عرصہ درکار ہوتا ہے کہ ایک صحیح و سالم شخص زبردست اور ماہر استاد کی زیر سرپرستی ریاضی کی اعلیٰ تعلیمات حاصل کر سکتا ہے ، چنانچہ اگر آپ سے کہا جائے کہ "فلاں ملک میں ایک تین سالہ بچہ ریاضی کی اعلیٰ معلومات سے بہرہ مند ہے" تو اس وقت آپ کا رد عمل کیا ہوگا ؟ کیا ایسا ہونا محال ہے ؟ ہر گز نہیں یہ اور بات ہے کہ ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے ، تو اگر ایک تین سالہ بچے کیلئے ایسا امر ممکن ہے کہ جہاں پر بیس سال کی عمر تین سال کی حد تک آسکتی ہے ، تو دوسال تک بھی اس کاآنا ممکن ہے اگر دوسال کے بچے کیلئے ایسا ہونا ممکن ہے تو ایک سال کے بچے کیلئے بھی تو ممکن ہوسکتا ہے اور اگر ایک سال کے بچے کیلئے ممکن ہوسکتا ہے تو پھر یہ کیونکر ناممکن ہے کہ ایک معصوم بچہ اپنے وقت ولادت سے ایسی استعداد کا مالک ہو ! ! پس بنابریں یہ بات قطعاً محال نہیں ہے ، لیکن چونکہ ہمارے معاشرے میں ایسی مثالیں عمومی طور پر ناپید ہیں لہٰذا اس بارے میں ایسا باور کرانا

کسی حد تک مشکل ہوتا ہے لیکن جب ہم اس قسم کے چھوٹے چھوٹے نمونے اور وہ بھی نچلی سطح پر دیکھتے ہیں جو محدود ہوتے ہیں تو پھر متوجہ ہوتے ہیں اس سے برتر ، بالاتر اور اعلیٰ تر نمونوں کا ہونا بھی ممکن ہے ۔ (جیسا کہ ہمارے آج کے دور میں مکمل قرآن اور نہج البلاغہ کے حافظ ،سید محمد حسین طباطبائی اور وزیری برادران جن کی محیر العقول اور خارق العادہ استعداد زبان زدہر خاص و عام ہے ) بنابریں پیغمبر اکرمؐ ہوں یا امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ، سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہوں یا حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام ،یہ وہ ہستیاں ہیں جو اپنی ولادت سے پہلے اور شکم مادر میں ہی دنیا کے جیّد اور مسلّم فلاسفہ و نوابغ سے زیادہ مطالب کے اخذ و درک کرنے پر قادر تھے یہ بزرگوار ہستیاں اپنی ولادت سے پہلے خداوند سبحان کی تسبیح کیا کرتی تھیں اور جونہی شکم مادر سے باہر آتیں اس دنیا میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کا سجدہ بجالاتیں ۔ جبکہ اس عالم میں دوسرے عام لوگوں کا اس حقیقت سے آشنا ہونا قطعاً ناممکن ہے ۔

فضائل نبیؐ و علیؑ بزبان مولا علی علیہ السلام

ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تصور کریں کہ وہ عام دنیا کے بچوں کی مانند ایک بچے تھے ، تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی بھی تحقیق کرلی جائے اور خود آنجنابؑ کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ خود اپنے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟ کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ کبھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتے اور بے جا بات نہیں کرتے۔
نہج البلاغہ کے معروف ترین خطبات میں سے ایک خطبہ بنام ’’خطبہ قاصعہ ‘‘میں سب سے پہلے حضرت رسول کریمؐ کی شخصیت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور حضور کریمؐ کے بارے میں ہونے والے سوالات میں سے ایک ایسے سوال کو پیش فرماتے ہیں جو آپؐ کے بارے میں کیا جاتا ہے کہ ’’آنحضرتؐ چالیس سال پہلے اور مبعوث برسالت ہونے سے قبل کس دین پر کاربند تھے؟‘‘ یہ سوال مختلف کتابوں میں درج ہے اور اس بارے میں کئی فصول و ابواب لکھے جا چکے ہیں اور پھر اس کے گوناگوں جوابات دیئے جا چکے ہیں ، کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ اس دوران دین مسیحی کے پابند تھے کیونکہ اس زمانے میں دین برحق وہی دین مسیحی تھا ، بعض نے کہا کہ دین ابراہیمیؑ کے پیروکار تھے ، بعض دوسرے لوگوں نے کئی دوسرے نظریات پیش کئے ہیں ، لیکن مولا علی علیہ السلام اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں :
’’وَلَقَدْ قَرَنَ اللّٰهُ بِهٖ ص مِنْ لَّدُنْ اَنْ كَانَ فَطِيْمًا اَعْظَمَ مَلَكٍ مِنْ مَّلَآئِكَتِهٖ يَسْلُكُ بِهٖ طَرِيْقَ الْمَكَارِمِ‘‘ (نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ نمبر ۲۳۴) ہنوز آپ شیر خوار تھے کہ خداوند تعالیٰ نے ایک عظیم ترین فرشتے کو آپ کے ساتھ ملادیا تھا اور وہ آپؐ کو بہترین اور عمدہ امور کی طرف رہنمائی کرتا تھا ۔
یعنی جس زمانے میں پیغمبر گرامی قدرؐ میں برحسب ظاہر اور عمومی حالات کے پیش نظر مسائل کے درک کرنے کی قدرت پیدا ہوئی اور بولنے چالنے اور گفتگو کرنے کا موقع آیا تو اللہ کے ایک عظیم ترین فرشتے یعنی اعظم مَلَک کی رہنمائی حاصل ہوئی البتہ یہاں پر یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت اسی روز ہی رسالت پر مامور کر دیا گیا تھا بلکہ احادیث کی رو سے آپ چالیس سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے اور ان دونوں باتوں میں کوئی باہمی تضاد نہیں ہے ، کیونکہ اس طرح کی کرامت سے اللہ تعالیٰ نے دوسری برگزیدہ ہستیوں کو بھی نوازا ہے ۔ جس طرح کہ حضرت مریمؑ نبی نہیں تھیں لیکن انہوں نے فرشتوں سے باتیں کی ہیں ، قرآن مجید فرماتا ہے :’قَالَ اِنَّمَآاَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًازَكِيًّا‘ (مریم /۱۹) حضرت مریم نے فرشتے کودیکھا جو ان سے کہہ رہا تھا :’’میں تمہارے رب کا بھیجا ہواہوں تاکہ تمہیں پاکیزہ فرزند عطا کروں ‘‘۔
اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پیغمبر نہیں تھیں لیکن جب انہوں نے اپنے فرزند (موسیٰ علیہ السلام ) کو دریا میں پھینکنے کا ارادہ کیا تو از خود یہ کام انجام نہیں دیا بلکہ الہام الٰہی سے یہ قدم اٹھایا ، جیسا کہ خدا فرماتا ہے :’’فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَاتَحْزَنِي اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ‘‘ (قصص / ۷) اللہ نے انہیں الہام کیا کہ : اپنے بیٹے کو دریا میں ڈال دو ڈرو نہیں غم نہ کرو ہم اسے دوبارہ تمہاری طرف پلٹائیں گے اور اسے پیغمبروں میں سے قرار دیں گے ۔ یہ خوشخبری اس وقت ملی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شیر خوار تھے اور فرعون والوں کے ڈر سے انہیں دریا میں ڈال دیا گیا تھا ۔
بنابریں ممکن ہے اگر کوئی پیغمبر یا حتی کہ امام نہ ہو لیکن خدا کا شائستہ بندہ ہو تو خداوند عالم فرشتوں کے ذریعہ اس کی رہنمائی کرتے ہوئے اپنے مطالب ان کی طرف الہام کرتا ہے للذا یاد رہے کہ مَلَک کا الہام ، نبوت کی وحی کے برابر نہیں ہوتا یعنی ضروری نہیں ہے کہ انسان نبی ہو تو اسے الہام ہو یا اس کی طرف وحی کی جائے ۔ کیونکہ ’’ وحی نبوت ‘‘ ایک علیحدہ چیز ہے جو صرف اور صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے اور الہام نبی اور غیر نبی دونوں کی طرف ہوتا ہے چنانچہ اسلامی امہ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا وہ خاتون ہیں کہ جو نہ تو نبی تھیں اور نہ ہی امام لیکن آپ کے پاس جبرائیل نازل ہوا کرتے تھے باتیں کیا کرتے تھے اور کئی مطالب انہیں الہام کیا کرتے تھے ، چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے انہی الہامات کی بنیادپر ’’مصحف فاطمہ ‘‘ کو تحریر کیا گیا ہے ۔
بہر حال حضرت پیغمبر اسلام مبعوث برسالت ہونے سے پہلے بھی خدا کے عظیم ترین فرشتے کی رہنمائی سے بہرہ مند تھے ، حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں :’’اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک عظیم فرشتے کو آپؐ کا ساتھی اور ہم نشین قرار دیا ‘‘حضرت امیر علیہ السلام کے بقول سرکار رسالت مآب اپنے شیر خوارگی کے دور سے ہی ایک عظیم آسمانی فرشتے کی تربیت اور نگرانی میں آگئے تھے یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ اپنی بعثت سے قبل ہی سہو ونسیان اور خطا و عصیان سے محفوظ تھے حتی کہ ایک لحہ بھر تک کیلئے بھی شرک کے مرتکب نہیں ہوئے اور یاد خدا سے غفلت کا شکار نہیں ہوئے اس زمانے میں اسلامی شریعت نازل نہیں ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جو شرعی فریضہ انجام دینا ہوتا فرشتہ ان پر خدا کی طرف سے الہام کردیتا تھا ۔
یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس خطبے میں ایسی باتوں کے ذکر کی کیا ضرورت تھی ؟ اور کس مناسبت کے تحت انہیں ذکر کیا گیا ؟ لیکن اگر اس خطبہ میں غور کیا جائے تو مناسبت خود بخود معلوم ہوجائے گی ۔ امیر المومنین علیہ السلام خطبے کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں ’’جب میں پیدا ہوا تو آنحضرتؐ نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنے سینے سے لگایا ، اپنے دہن مبارک میں غذا کو چبا چبا کر مجھے کھلانا شروع کردیا اور میرے منہ میں ڈال دیا کرتے تھے تاکہ میں اسے تناول کروں۔

# عراق کے موجودہ حالات

مرکزی دفتر مرجع مسلمین و شیعانِ جہاں فقیہ اہلبیت عصمت و طہارت حضرت آیت اللہ العظمٰی الحاج حافظ بشیر حسین النجفی دام ظلہ الوارف

عراق جس کی جغرافیائی اور مذہبی اہمیت پوری دنیاپر واضح ہے عراق وہ ہے جو انبیاء و اوصیاء اور معصوم اماموں سے وابستگی کی وجہ سے انسانوں کے دل میں خاص کر مسلمانوں کے دل میں ایک خاص مقام رکھتا ہے اس وقت تکفیری دہشت گرد گروپ داعش کے ظلم کا سلسلہ جاری ہے ان کے مظالم نے عراقی عوام کو متاثر کیا ہے جس کے نتیجے میں اب تک ہزاروں کی تعداد میں عیسائی ، شیعہ اور سنی مسلمانوں کی جانیں جاچکی ہیں ہزاروں کی تعداد میں خواتین کی عصمت کو پامال کیا جا رہا ہے بچوں اور بوڑھوں کو منظرِ عام پر لا کر ذبح کیا جارہا ہے موثوق اطلاعات کے مطابق نجف اشرف اور اس کے اطراف کی طرف بیس ہزار سے زائد افراد پناہ لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں ان میں سے دس ہزار لوگوں کی مدد کی جاچکی ہے جن میں ان کے لئے رہنے کا مناسب انتظام کرنا ان کی غذائی ضرورتوں کو پورا کرنا گرمی سے بچنے کے لئے کولر کا انتظام اور ان کے لئے کپڑوں کا انتظام کرنا قابلِ ذکر ہے یہ خدمات اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک عراق کے حالات صحیح و سالم نہیں ہوجاتے ۔ اصحابِ خیر جو ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں مذکورہ واسطے کے ذریعے اس کارِ خیر میں حصہ لے سکتے ہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آپ تک نجف اشرف میں واقع ہمارے مرکزی دفتر سے جاری شدہ اصلی رسید آپ تک پہنچائیں اور آپ سے یہ گزارش ہے کہ مذکورہ افراد سے ہی رابطہ فرمائیں یاپھر ان کے علاوہ ہمارے وکلاء یا مؤمنین میں انہی کے حوالے ، آپ کے ذریعے بھیجی جانے والی مدد کریں کہ جو آپ تک ہمارے مرکزی دفتر نجف اشرف سے جاری شدہ سے اصلی رسید پہنچانے کا آپ وعدہ کریں اور اس کی ذمہ داری لیں ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الشیخ علی نجفی

مدیر الانوار النجفیۃ فاؤنڈیشن

ا:مرکزی دفتر مرجع عالی قدر دام ظلہ

موبائل : ۰۰۹۶۴۷۹۰۲۵۸۲۰۶۴

ای میل:info@alnajafy.com

شعبہ انگلش:

موبائل: ۰۰۹۶۴۷۸۰۱۰۳۲۷۵۳

ای میل:.English@alnajafy
com

پاکستان:

حجۃ الاسلام علامہ امجد علی عابدی دام عزہ

موبائل:۰۰۹۲۳۰۷۷۲۵۱۲۱۴

ای میل:.najai_hajj@hotmail
com

حجۃ الاسلام علامہ شبیر الحسن میثمی دام عزہ

موبائل:۰۰۹۲۳۲۱۸۲۳۴۷۸۵

ای میل:۱۱۰@savelifetrust
gmail.com

برطانیہ:

حجۃ الاسلام علامہ سید مصدق حیدر تقوی دام عزہ

موبائل:۰۰۴۴۱۶۳۳۲۸۱۳۴۷

ای میل:۱۱۰yahoo.@sargodha
com

فرانس:

محترم جناب غلام عباس رضا حسین دام عزہ

موبائل:۰۰۲۶۲۶۹۲۷۸۶۱۱۰

ای میل:۱۱۰gmail.com@Go۷۸۶

ہندوستان:

حجۃ الاسلام علامہ مرزا جعفر عباس دام عزہ لکھنو

موبائل:۰۰۹۱۹۹۳۵۰۱۰۱۱۰

ای میل:۱۱۰gmail.@Jafarabbas
com

امریکہ :

حجۃ الاسلام علامہ سید اصغر نقوی دام عزہ

موبائل:۰۰۱۶۴۶۸۸۴۲۴۴۲

محترم جناب مرزا علی بیگ دام عزہ

موبائل:۰۰۱۸۱۳۳۶۸۱۷۱۷

ای میل:.mmabaig@yahoo
com

# کریمہ اہل بیت علیہا السلام زینب ثانیہ

حضرت فاطمہ معصومہ قم سلام اللہ علیہا ساتویں امام موسی کاظم علیہ السلام کی بیٹی ہیں اور امام رضا علیہ السلام کی بہن ہیں آپ کی اور امام رضا علیہ السلام کی والدہ ایک ہی ہیں کہ جن کا نام تکتم اور نجمہ ہے۔
حضرت معصومہ قم یکم ذی القعدہ کو مدینہ منورہ میں سن ۱۷۳ہجری میں پیدا ہوئیں۔(آپ کے سن پیدائش میں اختلاف ہے)
آپ امام رضاعلیہ السلام سے تقریبا ۲۵سال چھوٹی ہیں اور امام رضا علیہ السلام کی ولادت کے پچیس سال بعد تقریبا پیدا ہوئیں اور شروع سے ہی آپ کا اپنے بھائی سے خاص لگاؤ و محبت کا رشتہ تھا اور ملتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ہی اپنی بہن کے کانوں میں اذان و اقامت کہی۔
آپ کا نام فاطمہ ہے۔
ہمیں آئمہ علیہم السلام کی زندگی میں فاطمہ کے نام کے بارے میں خاص قسم کا اہتمام ملتا ہے اور اس نام کی خاص اہمیت ملتی ہے ہمارے معاشرے میں کوئی بھی اپنے بچوں کے ایک جیسے نام نہیں رکھتا لیکن فاطمہ ایسا نام ہے کہ جو ہمارے ساتویں امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی چاروں بیٹیوں کا رکھا۔فاطمہ کبری، فاطمہ وسطی، فاطمہ صغری، فاطمہ اخری
اور جو قم میں مدفون ہیں وہ فاطمہ کبری ہیں جبکہ فاطمہ وسطی اصفہان میں، فاطمہ صغریٰ ملک آذر بائیجان کے شہر باکو میں اور فاطمہ اخریٰ شہر رشت میں مدفون ہیں۔
اور الکافی میں روایت ہے کہ: قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْفَقْرُ بَيْتاً فِيهِ اسْمُ مُحَمَّدٍ أَوْ أَحْمَدَ أَوْ عَلِيٍّ أَوِ الْحَسَنِ أَوِ الْحُسَيْنِ أَوْ جَعْفَرٍ أَوْ طَالِبٍ أَوْ عَبْدِ اللَّهِ أَوْ فَاطِمَةَ مِنَ النِّسَاء
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گھر میں فقر و غربت داخل نہیں ہوتی کہ جس میں محمد یا احمد یا علی یا حسن یا حسین یا جعفر یا طالب یا عبد اللہ یا عورتوں میں سے فاطمہ کا نام ہو۔

حضرت فاطمہ معصومہ قم کے والدین:

آپ کے والد کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں جو کہ ہمارے ساتویں امام موسی کاظم علیہ السلام ہیں جبکہ آپ کی والدہ ایک کنیز ہیں کہ جن کا نام تکتم ہے کہ جنھیں نجمہ اور طاہرہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے امام موسی کاظم علیہ السلام کی والدہ جناب حمیدہ نے اس کنیز کو خریدا تھا اور روایت میں ہے وارد ہوتا ہے کہ یہ کنیز یعنی امام رضا علیہ السلام اور حضرت فاطمہ معصومہ قم کی والدہ نجمہ عقل و دین میں سب سے افضل تھیں
وَ اسْمُهَا تُكْتَمُ وَ كَانَتْ مِنْ أَفْضَلِ النِّسَاءِ فِي عَقْلِهَا وَ دِينِهَا وَ إِعْظَامِهَا لِمَوْلَاتِهَا حَمِيدَةَ الْمُصَفَّاةِ حَتَّى أَنَّهَا مَا جَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهَا مُنْذُ مَلَكَتْهَا إِجْلَالًا لَهَا (عیون اخبار الرضا علیہ السلام ج۱، ص: ۱۵)
(حضرت معصومہ قم کی والدہ کا نام) تکتم ہے اور آپ خواتین میں عقل و دین میں افضل تھیں اور اپنی آقازادی حمیدہ (امام موسی کاظم علیہ السلام کی والدہ) کا بہت احترام کیا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب ان کی ملک میں آئیں تو کبھی بھی ان کے سامنے ان کی عظمت و جلالت کی وجہ سے نہیں بیٹھیں۔
اور آپ کا نام طاہرہ خود امام موسی کاظم علیہ السلام نے رکھا کہ جب آپ کے ہاں امام رضا علیہ السلام کی پیدائش ہوئی روایت میں ہے کہ:
لَمَّا اشْتَرَتِ الْحَمِيدَةُأُمَّ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع أُمَّ الرِّضَا ع نَجْمَةَ ذَكَرَتْ حَمِيدَةُ أَنَّهَا رَأَتْ فِي الْمَنَامِ رَسُولَ اللَّهِ ص يَقُولُ لَهَا يَا حَمِيدَةُ هَبِي‌نَجْمَةَ لِابْنِكِ مُوسَى فَإِنَّهُ سَيُولَدُ لَهُ مِنْهَا خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ فَوَهَبَتْهَا لَهُ فَلَمَّا وَلَدَتْ لَهُ الرِّضَا ع سَمَّاهَا الطَّاهِرَةَ (عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج۱، ص: ۱۷)
کہ جب جناب حمیدہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی والدہ نے جناب نجمہ کو خریدا تو جناب حمیدہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک روز خواب

میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے فرمایا کہ اے حمیدہ یہ نجمہ آپ کے بیٹے امام موسی کاظم علیہ السلام کے لئے ہے اس سے وہ پیدا ہوگا کہ جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا پس جناب حمیدہ کہتی ہیں کہ میں نے نجمہ کو جناب موسی کاظم علیہ السلام کے لئے ھبہ کر دیا اور جب جناب نجمہ کے ہاں امام رضا علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس وقت آپ نے نجمہ کا نام طاھرہ رکھا۔

یعنی جناب معصومہ قم کی والدہ کا لقب بھی طاہرہ ہے جبکہ یہی طاہرہ کا لقب جناب سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کا بھی تھا اور جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو بھی طاہرہ کہا جاتا ہے۔پس یہاں سے خود جہاں جناب معصومہ قم کی عظمت واضح ہوتی ہے وہاں جناب نجمہ کی فضیلت بھی واضح ہوجاتی ہے۔

جناب فاطمہ معصومہ قم کے مشہور القاب:

معصومہ :اس وجہ سے ہے کہ آپ بہت زیادہ تقوی کی مالکہ تھیں۔

اخت الرضا: یعنی امام رضا علیہ السلام کی بہن

کریمہ اہلبیت: ایک لقب آپ کا کریمہ اہلبیت بھی ہے اس لقب کی وجہ کتابوں میں یوں ذکر ہوئی ہے:

آیت اللہ سید محمو مرعشی قدس سرہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے آئمہ علیہم السلام سے توسل کیا تاکہ آئمہ علیہم السلام آپ کو جنابصدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر کی جگہ بتائیں۔

بہت سارے توسلات کے بعد ان کو آئمہ علیہم السلام کی طرف سے یہ جواب ملا کہ ہم سے یہ چیز نہ مانگو کیونکہ اس بات کو مقدر نہیں کیا گیا کہ جناب فاطمہ علیہا السلام کی مخفی قبر کو ظاہر کیا جائے لیکن اس وجہ سے تاکہ ہمارے چاہنے والے اور شیعہ جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی قبر کی زیارت کے فیض سے محروم نہ ہوجائیں آپ سب کریمہ اہل بیت کی زیارت کرو۔

پس سید مرعشی نے سوال کیا کہ کریمہ اہل بیت کون ہیں؟

تو جواب دیا گیا کہ : جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی بیٹی فاطمہ جو کہ قم میں مدفو ہیں۔(کتاب سیدۃ عش آل محمد ص ۳۸)

اگرچہ یہ ایک بہت بڑے نیک مجتہد کے سچے خواب کا قصہ ہے لیکن اگر حقیقت میں بھی دیکھا جائے تو اس کی ہمیں تصدیق ملتی ہے کہ جو کرم اور مہمان نوازی و کرامات معصومہ قم سے ظاہر ہوتی ہیں اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعا آپ کریمہ اہل بیت ہیں اور آپ کی کرامت کے لئے یہ بات ہی کافی ہے کہ موجودہ دور میں مراکز تشیع میں حوزہ قم کا اپنا ایک منفرد مقام ہے کہ جس میں پوری دنیا کے لئے اہلبیت علیہم السلام کی احادیث و علوم کا پھیلایا جاتا ہے اور ہر طرح سے مکمل دفاع علمی مذہب تشیع کا کیا جاتا ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں جوار معصومہ قم میں محدث و علماء و مجتہدین دفن ہیں۔ یقینا یہ سب کریمہ اہلبیت جناب معصومہ قم سلام اللہ علیہا کی کرامت کا اثر ہے۔

حضرت معصومہ قم ثانیہ زینب کیوں؟

ہمارے آئمہ علیہم السلام کی بہت ساری بہنیں ہیں لیکن سب کا نام تاریخ میں زندہ نہیں ہے فقط امام حسین علیہ السلام کی بہن زینب سلام اللہ علیہا کا نام اور امام رضا علیہ السلام کی ہمشیرہ جناب فاطمہ معصومہ قم کا نام تاریخ میں ایک خاص کردار پر مشتمل ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کا اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا کا سفر فقط اپنی ذاتی محبت جو کہ ہر بہن کی بھائی سے ہوتی ہے کہ بنیاد پر نہ تھا بلکہ اس کے پیش نظر دین اسلام کی حفاظت اور امام حسین علیہ السلام کے نام کو زندہ کرنا اور لوگوں کو ولایت امام کی طرف متوجہ و تبلیغ کرنا تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہی مقصد جناب معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے بھی اس دور کے مشکل ترین اور طویل اور پر از مشقت سفر کا ہے۔

یعنی جناب معصومہ قم نے جو سفر کیا وہ فقط اپنی بھائی سے محبت کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اس سفر کے ذریعے لوگوں کا امام علیہ السلام کی طرف توجہ دلانا اور امام کی مظلومیت و مجبوری کی طرف لوگوں کو سوچنے پر مجبور کرنا ہے کہ خراسان میں اس وقت کے ظالم بادشاہ نے جھوٹی ولی عہدی کی خاطر، لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر امام علیہ السلام کو مجبورا اور ظلم کی وجہ سے خراسان لے گئے اورچونکہ اس دورمیں کوئی میڈیا جیسی چیز تو نہیں تھی تو اس وجہ سے لوگوں کو ہدف امامت ، چراغ ولایت کی طرف توجہ دلانے کی خاطر اس مشکل ترین سفر کا جناب معصومہ قم نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ آغاز کیا تاکہ لوگ اس بات پر سوچنے کے لئے مجبور ہوجائیں کہ آخر کیا وجہ تھی اس مشکل دور میں ایک بہن مدینہ سے خراسان تک سفر کرتی ہے؟

امام کی ہجرت کے ایک سال بعد بھائی کے دیدار کے شوق میں اور رسالت زینبی اور پیام ولایت کی ادائیگی کے لئے آپ (س) نے بھی وطن کو الوداع کہااور اپنے کچھ بھائیوں اور بھتیجوں کے ساتھ جانب خراسان روانہ ہوئیں۔

ہر شہر اور ہر محلے میں آپ کا والہانہ استقبال ہورہاتھا،یہی وہ وقت تھا کہ جب آپ اپنی پھوپھی حضرت زینب (س) کی سیرت پر عمل کرکے مظلومیت کے پیغام اور اپنے بھائی کی غربت مومنین اور مسلمانوں تک پہنچارہی تھیں اور اپنی و اہلبیت کی مخالفت کا اظہار بنی عباس کی فریبی حکومت سے کررہی تھیں ،یہی وجہ تھی کہ جب آپ کا قافلہ شہر ساوہ پہنچاتوکچھ دشمنان اہلبیت (ع) جن کے سروں پر حکومت کا ہاتھ تھا راستے میں حائل ہوگئے اور حضرت معصومہ (س) کے کاروان سے ان بد کرداروں نے جنگ شروع کردی۔ نتیجتاً کاروان کے تمام مردوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق حضرت معصومہ (س) کو بھی زہر دیا گیا۔

بہر کیف حضرت معصومہ (س) اس عظیم غم کے اثر سے یا زہر جفا کی وجہ سے بیمار ہوگئیں اب حالت یہ تھی کہ خراسان کے سفر کو جاری و ساری رکھنا ناممکن ہوگیالہٰذا شہر ساوہ سے شہر قم کا قصد کیااور آپ نے پوچھا اس شہر (ساوہ) سے شہر قم کتنا فاصلہ ہے۔اس دوری کو لوگوں نے آپ کو بتایا تو اس وقت آپ نے فرمایا: مجھے قم لے چلو اس لئے کہ میں نے اپنے والد محترم سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: شہر قم ہمارے شیعوں کا مرکز ہے۔

اس عظیم ہستی نے صرف سترہ(۱۷)دن اس شہر میں زندگی گزاری اور ان ایام میں آپ اپنے خدا سے راز ونیاز کی باتیں کرتیں اور اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔

آخر کار روز دہم ربیع الثانی اور ایک قول کے مطابق(بارہ ربیع الثانی) ۲۰۱ ھ قبل اس کے آپ کی چشم مبارک برادر عزیز کے چہرہ منور کی زیارت کرتی ،غریب الوطنی میں بہت زیادہ غم اندوہ دیکھنے کے بعد بند ہوگئیں۔

# نظام غلامی اور اسلام

واضح رہے کہ خداوندِ عالم کو اپنے بندوں کی عزت و کرامت اور نظام طبیعی کے پیش نظر آسودگی اور خالق و مخلوق کے درمیان صحیح روابط ہی کو خدا کی رحمت اور بندگی کی حدود میں میسر ہو سکتا ہے اور اس نظام کو لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ جس کے لئے انبیاء و آئمہ خلق فرمائے اور فطرت انسانی چونکہ طبیعی طور پر کسی حد بندی کو قبول نہیں کرتی حیوانگی اور درندگی اس پر غالب رہتی ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس نظام کی معرفت دلائی جاتی اور اس کی خوبیوں سے آگاہ کیا جائے اور شرافت اور اہمیت سے مطلع کیا جائے اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے صرف قانون کی ایجاد کافی نہیں ہے بلکہ لوگوں کو قانون کی معرفت اور اس کی دوری سے پیدا ہونے والے مصائب اور مشکلات اور اس پر واضح کرنے کے لئے کہ اس کے قانون پر عمل نہ کرنے سے انسان ایک درندہ بن جاتا ہے اسے کسی نا کسی نظام کی معرفت کے ساتھ اس کی پابندی پر اکسایا جائے اور اس کام کے لئے تبلیغی وسائل استعمال کئے گئے اور کیونکہ کفر اور اسلام میں فساد کا سبب وہ لوگ جو اسلام سے دور رہتے تھے اور کفر کی کسی قسم میں مبتلاء تھے ان پر حقیقت اسلام واضح کرنا، خالق کائنات کی رحمت، عدالت بندہ پروری کا تقاضہ تھا اور اسی وجہ سے خداوندِ عالم نے مختلف انبیاء کو مختلف طریقو ں سے تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا تھا اور جب کافروں نے دیکھا کہ اسلام آہستہ آہستہ پھیل رہا ہے اور اس کے عالمی قانون ہونے کی صورت میں درندہ صفت افراد کی دیرینہ غیر مشروع خواہشات پامال ہوجائیں گی وہ اسلام کے خلاف پیکارِ جنگ ہوئے، رسول اکرم ﷺ کو دفاعی جنگ پر مجبور کیا گیا اور اگر جنگ کے ذریعے سب کافروں کو تباہ کر دیا جاتا تو اس سے مقصدِ خلقت تباہ ہو جاتا کیونکہ غایتِ خلقت یہ ہے کہ انسان زندگی کے تمام وسیلوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے کہ جس سے وہ دنیا و آخرت کی لذتوں اور نعمتوں سے فیضیاب ہو اس لئے خدا وند عالم نے مومن کو حکم دیا کہ ہر غیر مسلم کے سامنے اسلام کا نظارہ پیش کرے اور اس کے فضائل اور اس کی تمام خوبیوں سے آگاہ کرے کہ وہ لڑائی سے پہلے اسلام کو قبول کرے اور مسلمانوں کے ساتھ بھائی کی حیثیت سے دنیا و آخرت کی آسودگی سے محظوظ ہو اور اگر ہر صورت کافر اسلام کو قبول نہ کرے تنگ آمد بجنگ آمد کی نوبت آئے گی اور حتی المقدور لوگوں کو اسلامی نظام سے مستفیض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طریقہ استعمال کیا جائے کہ جس سے انسان اسلام سے آگاہ ہو اور وہ اس کو کسی نا کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور اس سے اس کا ہی فائدہ ہوگا اسلام کے ان اہم مقاصد میں سے اس مہم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام نے غلامی کے نظام کو جو پہلے سے ہی رائج تھا اور دنیا کے تمام قوانین اور تمام صحیح اور باطل دین کے ماننے والے اس کو صحیح سمجھتے تھے اسلام اس غلامی کی صورت میں کافروں کو مسلمانوں کے اندر رہ کر اسلام کی صحیح معرفت اور اس کی رغبت کا وسیلہ

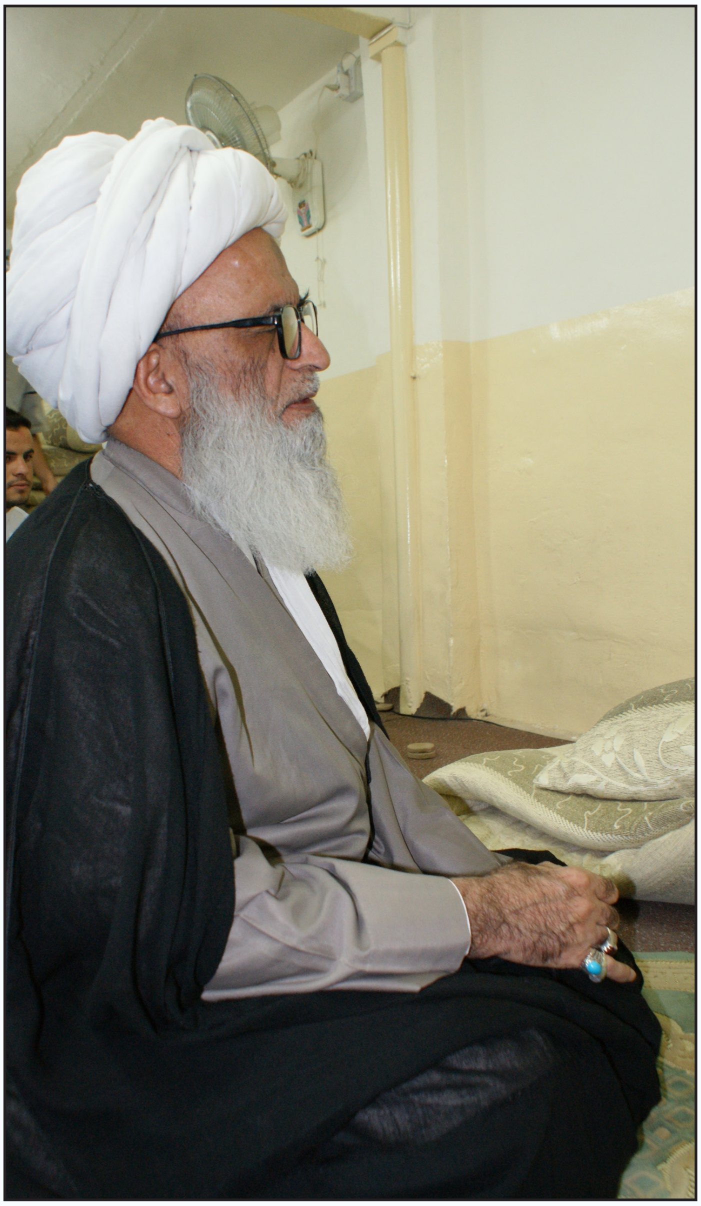

مہیا کیا تاکہ ہر انسان اسلام سے فیضیاب ہو سکے۔

اگرچہ آج کل غلامی کو دوسرے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے تاکہ وہ غلامی کو جو ظلم و استبداد کے لئے اپنائی جاتی ہے اور اس کا قبیح اور منحوس چہرہ عوام سے مخفی رکھا جائے اس لئے اس کو کئی ناموں سے موسوم کیا جانا اس کی واضح مثال ہے کہ بڑی طاقتیں چھوٹے ملکوں کو ترقی نہیں کرنے دیتیں اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اقوام متحدہ کا نظام قائم کیا گیا جس میں بڑی طاقتوں کو ویٹو کا حق دیا گیا تاکہ ساری دنیا ان کے قبضے میں رہے یہ غلامی کی ایک بدترین قسم ہے سب دنیا کو اقتصادی، سماجی، دینی، اخلاقی اور سیاسی آزادی سے ہمیشہ کے لئے محروم رکھا گیا ہے جس سے چھوٹے ملک طاقتور ملکوں کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں اگر کوئی ملک آزاد ہونا چاہتا ہے اس کے سامنے تمام مشکلات رکھی جاتی ہیں تاکہ وہ آزادی کی خوشبو سے بھی آشنا نہ ہو سکے اسی طرح بدبخت ظالم اسلام کو غلامی کے رواج کی تہمت دے کر بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خود بدبخت غلامی کے بانی و مبانی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سب غلامی کے قائل ہیں لیکن اسلام انسان کو غلامی کے ذریعے صحیح انسان بنانے کا وسیلہ قرار دیتا ہے اور باقی طاقتیں انسان کو اپنی گرفت میں لاکر اپنی خواہشاتِ نفسانی اور استبداد اور خون چوسنے کا آلہ کار بناتی ہیں۔

علامه سيد واجد علي دام عزه



# اعلان غدیر اور ہماری ذمہ داریاں

ہجرت کا دسواں سال اور جمعرات کا دن تھا۔ عید قربان کو گزرے ابھی ہفتہ بھر ہی ہوا تھا اور ذوالحجہ کی اٹھارہ تاریخ تھی۔ رسول اکرم گرامی صل اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حج ادا کرنے کے بعد واپسی مدینہ کے لئے رخت سفر باندھا اور مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر جحفہ کی سرزمین سے کچھ ہی آگے بڑھے تھے کہ غدیر کا مقام اور اس خشک و تپتے میدان کا منظر تھا اور یہ درحقیقت اس زمانے میں ایک چوراہا تھا کہ مشرق کی جانب عراق، شمال کی طرف مدینہ، مغرب کو مصر اور جنوب کی سمت یمن کا راستہ نکلتا تھا۔ یکایک وحی الٰہی حضور اکرمؐ پر اتری ”کہ آیت بلاغ کے نام سے مشہور ہے“ ”اے رسول جو تیری طرف نازل کیا لوگوں تک پہنچا دے۔ اگر آپ نے نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت خدا کو نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا“۔اور بس کیا تھا آپؐ کی طرف سے سب کو اس مقام پر ٹھہرنے کا حکم ملا۔ مسلمانوں نے آگے جانے والوں کو بلند آواز سے پیچھے کی طرف بلایا اور پیچھے رہ جانے والوں کے پہنچنے کا انتظار کیا۔

جونہی زوال کا وقت ہوا موذن نے نداء اذان بلند کی لوگ جلدی سے نماز کیلئے تیار ہوئے، گرمی اتنی شدید تھی انتہائی گرم زمین پاؤں کو جلا رہی تھی۔

لیکن ماحول ایسا تھا کہ کوئی نہایت اہم اعلان یا بات آج کہی جانے والی تھی کہ اس گرم موسم و دن عین زوال کے وقت سب لوگوں کو اس میدان میں اکٹھا ہونے کا حکم اور نماز ظہر کی ادائیگی۔

بہرحال نماز کے فوراً بعد اونٹوں کے پلانوں کا ممبر بنایا گیا جس پر حضرتؐ جلوہ افروز ہوئے اور ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا اور دوران خطبہ فرمایا: ”اے لوگو مومنین پر ان سے بھی زیادہ حق کون رکھتا ہے“ تو لوگوں نے جواب دیا اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا اللہ میرا مولیٰ و آقا ہے اور میں مومنوں کا ولی و آقا ہوں اسکے بعد فرمایا ”فمن کنتُ مولاہ فعلی مولاہ“ جس کا میں مولیٰ و آقا ہوں اسکے علیؑ مولیٰ و آقا ہیں اس جملہ کو تین دفعہ ارشاد فرمایا اور بعض روایات کے مطابق چار مرتبہ۔ اس کے بعد آسمان کی طرف رخ کیا اور فرمایا اللھم والِ من والاہ و عاد من عاداہ و احبَّ من احبہ وابغض من ابغضہ وانصر من نصرہ واخذل من خزلہ و اَدرِ الحق معہ حیث دار ”اے اللہ تو دوست رکھ اسے جو ان سے دوستی رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو ان سے دشمنی رکھے محبوب رکھے اسے جو ان سے محبت کرے جو ان سے بغض رکھے تو ان سے بغض رکھ۔ مدد کر اسکی جو ان کا مددگار ہو اور جو ان کو چھوڑے تو اسکی مدد نہ فرما انکو حق سے جدا نہ فرما اور جہاں یہ ہوں حق کو اس طرف پھیر دے۔

پھر فرمایا ”الا فلیبلغ الشاھد الغائب“ آگاہ ہو حاضرین غائبین تک اسکی اطلاع پہنچائیں۔ اسکے بعد سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ نازل ہوئی۔ ”الیوم یئس الذین کفووا من دینکم فلا تخشوھم وا خشون الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا“

آج کافر لوگ آپکے دین سے مایوس ہو گئے پس تو ان سے خوف نہ کھا اور فقط مجھ سے ڈر آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا

اور اپنی نعمت آپ پر تمام کردی اور آپکے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ و رضی الرب برسالتی والولایۃ لعلیؑ من بعدی۔

ترجمہ: اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے (اس کی حمد ہے کہ) اس کے دین کے اکمال پر اور اتمام نعمت اور میری رسالت پر اسکے راضی ہونے اور میرے بعد (حضرت) علیؑ کی ولایت پر راضی ہونے پر۔

اسکے بعد لوگوں میں شور اٹھا اور لوگ امیرالمومنین علیؑ کو اس منصب کی مبارک باد دینے لگے۔ اس سے قبل اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا تھا کہ کفار اور خاص طور پر اھل کتاب کا ارادہ کیا ہے فرمایا "وَد کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارًا حسدًا من عند انفسھم (بقرہ ۹۰۱)

بہت سے اھل کتاب کی دلی خواہش ہے کہ تمھیں تمہارے ایمان لانے کے بعد واپس کافر بنا دیں یہ حسد کی آگ ان کے دل میں بھڑک رہی ہے۔ لیکن اب جب اعلان ولایت و وصایت ہو گیا اور دین کی تکمیل و حفاظت کا بندوبست امیرالمومنین علی بن ابی طالب اور انکی اولاد معصومین کی ولایت کی صورت میں ہو گیا تو فرمایا "الیوم یئس الذین کفروا من دینکم" آج کافر دین کے (مٹ جانے) سے مایوس ہو گئے ہیں۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ اگر آپؐ کی ولایت برقرار ہے اور لوگ اس کو مانتے رہے تو دین مٹ نہیں سکتا ہے۔ لہٰذا ہماری پہلی ذمہ داری ہی یہی بنتی ہے کہ اس موقع پر غاصب حکومتوں اور ہوس اقتدار میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی اڑائی ہو گرد جو اس اعلان نبوی پر پڑ گئی ہے اسکو دور کریں۔ غدیر کو زندہ کریں کیونکہ اعلان غدیر کو زندہ کرنا اسلام کو زندہ کرنا ہے، محافظین اسلام کی نصرت ہے۔

خود آئمہ معصومین علیھم السلام نے بھی اس روز کو بطور عید زندہ رکھنے کی تاکید فرمائے ہے۔ حضرت امام صادقؑ سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآل وسلم نے فرمایا "یوم غدیر خم افضل اعیاد امتی" روز غدیر خم میری امت کی عیدوں میں سے افضل عید ہے (الغدیر جلد ۴ صفحہ ۳۸۲)۔ اسی طرح فرات ابن احنف امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے میری جان آپ پر فدا ہو کیا عید فطر، عید قربان، روز جمعہ اور روز عرفہ سے بڑھ کر بھی مسلمانوں کے لئے کوئی عید ہے۔ تو حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں نعم افضلھا واعظمھا و اشرفھا عنداللہ منزلۃ ھو الیو الذی اکمل اللہ فیہ الدین و انزل علی نبیہ الیوم اکملت۔ ہاں ان سے افضل سب پر بڑی اور سب سے اشرف مقام و منزلت کے لحاظ سے اللہ کے نزد عید وہ دن ہے جس دن اللہ نے دین کو کامل فرمایا اور اپنے نبیؐ پر الیوم اکملت والی آیت نازل فرمائی یعنی روز غدیر خم۔

علامہ امینیؒ نے اپنی پرارزش کتاب الغدیر میں اھل سنت منابع سے بیسیوں روایات اس روز کے عید ہونے کے بارے میں ذکر کی ہیں

پس خلاصہ یہ ہے۔

روز غدیر عید بزرگ ہے۔

ارادہ خدا کو بیان کرنے کا دن ہے۔

روز ابلاغ تکمیل دین ہے۔

مقامت امامت پر پڑے گردوغبار کو دور کرنے کا دن ہے۔

ولایت و والیان سے عہد و پیان کی تجدید کا دن ہے۔

حقائق کو بیان کرنے کا دن ہے۔

کفار و شیطان و شیطان صفت لوگوں کی دین اسلام سے مایوسی کا دن ہے۔

(ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین) برھان و دلیل ولایت کا دن ہے۔

لوگوں کی راہنمائی و کامرانی کا دن ہے۔

نتیجہ بحث:

اس ساری بحث کا نچوڑ یہ ہے واقعہ غدیر فقط ایک تاریخی یا جغرافیائی واقعہ یا ایک سیاسی مسئلہ ہی نہیں اور نہ ہی فقط شیعہ مسلک کاما بہ الامتیاز ہے یعنی غدیر نہ تاریخ ہے نہ جغرافیہ نہ روایت ہے اور نہ بحث درایت، نہ سیاست ہے بلکہ غدیرروز ولایت ہے جو کہ تمام اطاعات کا سر چشمہ ہے۔ تمام انبیاء کی رسالت کا نمود و مظاہرہ ہے۔ غدیر ایک ایسا مضمون ہے کہ جسکی ابتدا توحید اور انتہا معاد ہے۔

# ماہ ذی الحجہ اور مناسبات

**<u>1 ذی الحج</u>**

تبلیغِ سورہ برائت

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا جانا اور حضرت ابو بکر کا واپس آنا۔

آغاز نامہ ہائے برائے جنگِ صفین

**<u>5 ذی الحج</u>**

معرکہ السویق(ستو)

یہ جنگ ۲ہجری میں ہوئی ، جنگ بدر کی شکست کے بعد ابو سفیان نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ نہ تیل لگائیں گے اور نہ عورتوں کے قریب جائیں گے یہاںتک کہ مسلمانوں سے انتقام لے لیں اس قصد سے یہ کفار مقامِ عریض کی طرف چلے جو کہ مدینہ کے نواح میں واقع ہے ان کے پاس دوسو آدمی تھے یہاں پر انہوں نے دو گھروں اور چند درختوں کو نذر آتش کیا اور دو بزرگ انصاریوں کو شہید کیا جب رسالتمآب ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو رسالتمآب ﷺ نے مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کو فوجی دستوں کے ساتھ بھیجا ابو سفیان کو جب مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے لشکر کو کوچ کو حکم دیا ان کے پاس چمڑے کے تھیلوں میں ستو تھے جو وہ خوراک کے طور پر اپنے ساتھ لائے تھےانہوں نے ان تھیلوں کو وہاں پر پھینکا اور فرار ہو گئے اس لئے اس غزوہ کو سویق کہتے ہیں۔

**<u>6 ذی الحج</u>**

حضرت علی علیہ السلام کی شادی

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اگر خدا وندِ متعال حضرت امیر المؤمنین امامِ علی علیہ السلام کو خلق نہ فرماتے تو پوری زمین پر حضرت زہراء سلام اللہ علیھا کا کوئی کفو نہ ہوتا۔

**<u>7ذی الحج</u>**

شہادتِ امام باقر علیہ السلام

خطبہ حضرت عباس علیہ السلام:۶۰ہجری میں حضرت عباس علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی چھت پہ مولا حسین علیہ السلام کی مدح میں خطبہ دیا تھا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بصرہ کے قید خانے میں منتقل کیا گیا۔

**<u>8 ذی الحج</u>**

مکہ مکرمہ میں امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازش

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کا اطاعتِ حسین علیہ السلام کی دعوت دینا

اس دن حضرت مسلم نے امام حسین علیہ السلام کی طرف سے ان کی اطاعت کی طرف دعوت عام دی اور اسی دن کوفیوں نے اپنے نفاق کا اظہار کیا۔

**<u>9 ذی الحج</u>**

روز عرفہ

حضرت مسلم اور حضرت ہانی کی شہادت

سد ابواب کا دن

اس دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام صحابہ کرام کے دروازوں کو جو مسجد نبوی میں کھلتے تھے بند کر دئے گئے لیکن حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا دروازہ بند نہ کیا۔

**<u>10 ذی الحج</u>**

عید الاضحیٰ

حضرت عبد اللہ المحض اور امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی شہادت

امام رضا علیہ السلام کا خراسان میں عید پڑھانے کے لئے نکلنا

**<u>11 ذی الحج</u>**

اس دن حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے دعا صباح کو تحریر کیا۔

**<u>13 ذی الحج</u>**

شق القمر: چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ

**<u>15 ذی الحج</u>**

حضرت زہراء سلام اللہ علیھا کو فدک عطا کیا گیا

ولادتِ امام علی نقی علیہ السلام

**<u>18ذی الحج</u>**

عید غدیر

**<u>22ذی الحج</u>**

شہادت حضرت میثم تمار

**<u>24 ذی الحج</u>**

عید مباہلہ

**<u>27 ذی الحج</u>**

واقعہ حرہ

# اسلام اور جمہوریت

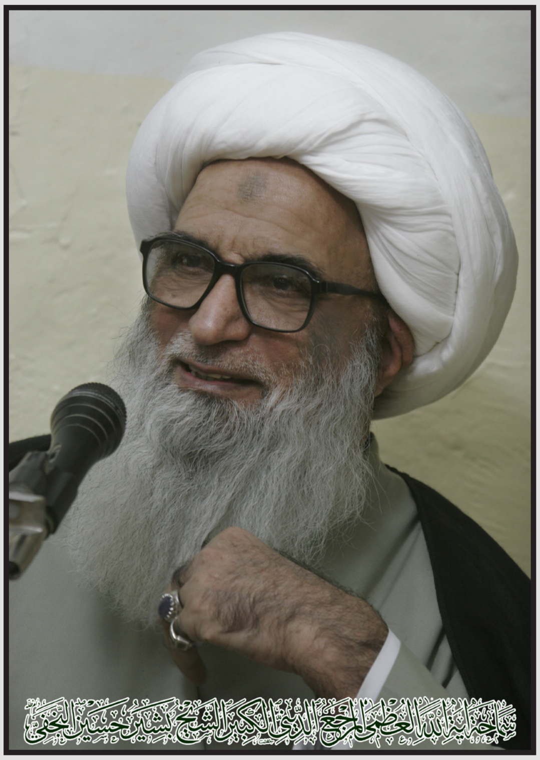


اسلامی قوانین کی روشنی میں حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان صلاحیتوں کا مالک ہو کہ جس کے ساتھ وہ حکومت صحیح چلا سکے اس میں سے سے پہلی شرط متقی ہو ، علم دین میں ماہر، بہادر ہو یعنی بزدل نہ ہو تاکہ اسلام کی روشنی میں خدا کی طرف سے اس کو حکومت بنانے کی صلاحیت سونپی جائے۔

خدا وندِ عالم کی طرف سے صلاحیت حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں :

ا: کہ وہ شخص معصوم ہو کہ اس کی ہر حرکت خدا کی مرضی کے مطابق ہو اور ظاہر ہے عصمت ایک پوشیدہ چیز ہے کہ اس کو خدا ہی جانتا ہے کہ کون معصوم ہے اور کون معصوم نہیں ہے اس عصمت کو لوگوں پر ثابت کرنے کے لئے اور یہ بھی ثابت کرنے کے لئے کہ وہ صاحب عصمت لوگوں پر حاکم ان کا کرتا دھرتا خدا کی طرف سے معین ہوا ہے اور لوگوں پر اس کی اطاعت واجب ہے ضروری ہے کہ وہ معجزوں سے اپنی خدادا صلاحیتوں کو ثابت کرے اس حالت میں لوگوں کا فریضہ ہے کہ اس کی اطاعت ہے لوگوں کی مرضی سے کسی کو عصمت اور خداداد صلاحیت میسر نہیں ہوتی۔

اس لئے انبیاء او آئمہ علیھم السلام نے صاف بتایا ہے کہ معصوم کو خدا صلاحیت دیتا ہے اور لوگوں کا فریضہ ہے کہ اس کی اطاعت کریں جیسے نبوت امامت لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے اسی طرح خدادا مذکورہ صلاحیت اور حکومت بھی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔

۲: جب امام علیہ السلام اور نبی ﷺ تک دسترس نہ ہو تو اس صورت میں خدادا صلاحیت والی حکومت صرف مجہتد کو حاصل ہے اس مجہتد کو کہ جو صاحبِ فتاویٰ اور اس کے فتویٰ پر لوگوں پر عمل کرنا واجب ہو یہ صلاحیت بھی لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے چونکہ یہ اس کے علم و تقویٰ اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی تائید سے خدا کے حکم سے حاصل ہوتی ہے۔

دونوں قسمیں میں عقلمند سیاستدان زیرک بہادر نیک سیرت مؤمنین کے مشوروں کی ضرورت ہے اور اسی کے لئے خدا نے رسول ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنی حکومت چلانے کے لئے ایسے لوگوں سے مشورہ ہو جس سے عقلمند میں مؤمنین کی دل جوئی ہوگی اور رسول اللہ ﷺ مشورہ کرتے تھے ان امور میں جن کا تعلق احکامِ شریعت سے نہیں ہوتا تھا ان مشورہ دینے والوں کا انتخاب الیکشن سے نہیں ہوگا خود معصوم ان کی صلاحیتوں کے پیشِ نظر انتخاب فرماتا ہے۔

اور دوسری صورت میں مرجعِ وقت حاکم شرعی ایسے لوگوں کو جو اپنی باریک بینی اور دور اندیشی کی روشنی میں چنے گا اوران کو اہلیت کے ذریعے منتخب کرے گا اور پہلی صورت میں مؤمنین عقلمندوں کا صرف وظیفہ مشورہ دینا ہوگا اوردوسری صورت میں ان مشورہ دینے والوں میں دینی علماء جو متقی ،بہادر ، ہوشیار جو مشور دینے میں عقلمند سیاست بین ہوں گے جو حاکم شرعی جو معصوم نہیں ہیں ان کے کردار پر کڑی نظر رکھیں گے تاکہ اس سے عمدا یا سہوا کوئی غلطی سرزد نہ ہو اور کہیں لغزش آنے کی صورت میں فوراً اس کو متنبہ کریں گے اور ایسے لوگوں کا انتخاب ہوگا جس طرح اسمبلی کے اراکین کے انتخاب ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ دنیا میں حقیقی جمہوریت کسی جگہ بھی نہیں ہے کیونکہ سب جگہ الیکشن ہونے کے بعد جس کو زیادہ ووٹ ملیں اس کے ہاتھ کرسی سپرد کر دی جاتی ہے اگرچہ مخالف پارٹی کے سربراہ کو ہزاروں اور لاکھوں ووٹ کیوں نہ ملے ہوں اور واضح ہے کہ اس کے مخالف کو ووٹ دینے کرسی حاصل کرنے والے ٹھکرا چکے ہیں ان کو قانون کا سہارا لے کر جبرا خاموش کیا جاچکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کامیاب ہونے والی پارٹی میں عقلمند وزیرک افراد نہ ہوں مگر شکست کھانے والی پارٹی میں ایسے افراد ہوں کرسی صرف کثرت سے جیتنے والے شخص کے سپرد کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ کثرت عقلمندی کا سبب نہیں بنتی سیدھے سادھے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے مختلف طریقے اور اسباب ہیں جو اکثر مصلحت وطن، دین داری اور ذاتی اہلیتوں سے قطع نظر صرف کثرت کو سامنے رکھا جاتا ہے اور اس وجہ سے آج کل دنیا میں بے ایمانی، ظلم بے انصافی پھیلی ہوئی ہے۔

اس کا علاج صرف اس صورت میں ہے کہ حاکم میں وہ صلاحیتیں ہوں کہ جس کی طرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں اور یہ صلاحیتیں پیروکاروں کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ یہ خدادا نعمت ہے جس کو وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اگر صرف پیروکاروں کی کثرت کو قرار دیا جائے تو (العیاذ باللہ) امام حسینؑ کا خونی انقلاب غلط تھا کیونکہ کثرت یزید کے ساتھ تھی مولا امیر المؤمنینؑ کے کرسی خلافت پر فائز ہونے سے پہلے کثرت والے لوگ تھے اور برصغیر پاکستان و ہند کی تقسیم کے وقت پاکستان کے مخالفین کی کثرت تھی لہٰذا پاکستان کا قیام بھی غیر قانونی ہوگا بلکہ بنو امیہ اور بنی عباس کی تمام حکومتیں درست ہوجائیں گی اور اہلبیتؑ سے ان کی مخالفت غلط ہوگی (العیاذ باللہ )اذان کے وقت مسجد کے دروازے پر اتنا رش نہیں ہوتا جتنا سینما اور کھیل کے گراؤنڈ میں تماشائیوں کا ہوتا ہے جو نماز کو چھوڑ کر ذہنی عیاشی کے لئے جمع ہوتے ہیں البتہ لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے ہم عوام کی حکومت چاہتے ہیں ووٹ حاصل کرتے ہیں لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن حقیقی صلاحیتوں سے محروم ہونے کے سبب حکومت کو عدالت کے ساتھ نہیں چلاتے ۔ والسلام

# مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات و جوابات

**سوال:** حدیث غدیر کی سند تحقیقی کیا ہے؟ کیا حدیث سنی و شیعہ فریقین کے مطابق متواتر ہے اور کیا دعویٰ تواتر صحیح ہے اگر حدیث غدیر متواتر ہے تو متواتر کی کونسی قسم ہے لفظی یا معنوی ؟

**جواب:** حدیث غدیر لفظا اور معنیً دونوں لحاظ سے متواتر ہے ہمارے علماء ابرار نے کتابیں تالیف کی ہیں کہ جس میں یہ سند موجود ہے علامہ امینی قدس سرہ کی کتاب الغدیر کی جزء اول میں اور السید حامد حسین کی کتاب العبقات میں۔

**سوال:** کلمہ "ولیکم "کا معنی ولایت تکوینی اور تشریعی ہے یا ولیکم کا معنی ارشادی ہے جو کہ محب اور نصیر ہے جیساکہ اہلسنت علماء کی رائے ہے کہ ولیکم کا معنی محب اور نصیر ہے جبکہ شیعہ مکتب فکر کے مطابق ولیکم کا معنی وسیع ہے یعنی ولیکم کا معنی ولایت تکوینی اور تشریعی ہے اس معنی کے اوپر دلیل شرعی کیا ہے ؟

**جواب:** اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظ مولیٰ کے بہت سارے معانی ہیں مگر یہاں پر معنی "اولیٰ بالتصروف "ہے جو کہ ولایت مطلقہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو ولایت مطلقہ رسولِ اکرم ﷺ کے لئے ثابت تھی دوسرا حدیث غدیر میں ایسے قرائن لفظیہ اور غیر لفظیہ موجود ہیں کہ جنکو دیکھ کر کوئی منصف عاقل یہ نہیں کہہ سکتاکہ رسول ﷺ نے اس معنی کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لیا ہے۔

**سوال:** رسول اکرام ﷺ نے حدیث غدیر بیان کرنے کے لئے غدیر خم کا انتخاب کیوں فرمایا حالانکہ حج کا بہترین وقت تھا حدیث غدیر کے لئے۔ یا حج کے فورا بعد حدیث غدیر بیان کر دیتے جبکہ غدیر خم کا مکان ۲۵۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے یہاں پر تو مسلمان متفرق ہو چکے تھے ؟

**جواب:** غدیر خم کے مکان کا انتخاب اللہ کے حکم سے ہوا تھا اور آیت غدیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے غدیر کے مقام پر پہنچنے سے پہلے یہ طلب کیا تھا اور نبی ﷺ مخالفین کے اس فتنہ سے خوف زدہ تھے کہ کہیں وہ نبی سے ان کی زندگی میں جنگ اور ارتدادِ عام کا اعلان نہ کردیں اور یہ اسلام کے لئے صحیح نہ ہوتا اور جب اللہ نے ضمانت دی کہ یہ فتنہ بھرپا نہیں ہوگا جیساکہ آیت تبلیغ میں ہے کہ اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا تو جب نبی ﷺ مطمئن ہوگئے کہ فتنہ بھرپا نہیں ہوگا تو آپ ﷺ نے اعلانِ ولایت کر دیا۔

**سوال:** کیا غدیر کا دن عید ہے؟اس پر کیا دلیل ہے اور عیدِ غدیر کے اعمال کیا ہیں اور عیدِ غدیر کے دن جب ہم ایک دوسرے کو مبارک دیں تو کیسے دیں اور اس پر دلیلِ شرعی کیا ہے؟

**جواب:** غدیر کا دن عید ہے اس بارے آئمہ علیھم السلام سے روایات ہیں کہ یوم غدیر عید ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر گروہ کے لیڈر جب قیادت سنبھالتے ہیں تو اس روز کو عید کو طور پر لیتے ہیں جب کہ یومِ غدیر ان سے زیادہ حق رکھتا ہے چونکہ غدیر کے دن تو دین مکمل ہوا تھا اور اسلامی دین کے قیامت تک کے لئے قواعد وضع کئے گئے تھے اور عید غدیر کے دن مبارک باد دینا مستحب مؤکد ہے اور حکم دیا گیا کہ مؤمنین ایک دوسرے کو اس طرح عید مبارک کریں "الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ علی و اولادہ الاطھار علیھم السلام " زیارات کی کتابوں میں روایات موجود ہیں جو اس طرح مبارک دینے کا بتلاتی ہیں اور عید غدیر کے دن کے اعمال مفاتیح الجنان میں موجود ہیں۔

**سوال:** یہ بات ثابت ہے کہ عید فطر اور عید ضحیٰ کے دن روزے رکھنا حرام ہے اور یوم غدیر بھی عید ہے جبکہ مفاتیح الجنان میں مذکور ہے کہ عید غدیر کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے حالانکہ یہ عید کا دن ہے؟

**جواب:** روزہ رکھنا حرام ہے یہ فقط عید ضحیٰ اور عید فطر کے ساتھ خاص ہے ہر عید کا حکم نہیں ہے۔

**سوال:** غدیر کے دن رسول اکرم ﷺ حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے : یامعاشر الناس جبکہ یہ نہیں کہا کہ یا معاشر المسلمین حالانکہ عید غدیر کے مقام پر سارے مسلمان موجود تھے ؟

**جواب:** بعید نہیں کہ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے کہا خطاب مؤمن اور منافق دونوں کو شامل ہے مثلاً یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون جیساکہ یہاں خطاب دونوں کو شامل ہے مگر یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ انسان کا خطاب کر کے ضمائر میں تحریک مقصود تھی۔

**سوال:** کیا یہ صحیح ہے کہ تمام کی تمام عبادات نماز و روزہ وغیرہ قبول نہیں جب تک کہ انسان مولا علی علیہ السلام اور باقی آئمہ علیھم السلام کی ولایت پر ایمان نہ رکھے اور اس پر قرآنی دلیل کیا ہے؟

**جواب:** خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ انما یتقبل اللہ من المتقین کہ خدا صرف متقیوں کے اعمال قبول کرتا ہے اور جو آدمی مولا علیہ السلام کی ولایت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ اللہ کے حکم کا انکار کر رہا ہے پس وہ متقی نہیں ہے۔پس یہ انسان قبولِ اعمال کا مستحق نہیں ہے۔

**سوال:** جو مولا علی علیہ السلام کی ولایت کا منکر ہے اور باقی آئمہ علیھم السلام کی ولایت کا منکر ہے کیا وہ کافر ہے اور ہمیشہ آگ میں رہنے کا مستحق ہے؟

**جواب:** اگر وہ ناصبی ہے اور مولا علی علیہ السلام اور باقی آئمہ علیھم السلام سے عداوت کا اظہار کرتا ہے وہ کافر کے حکم میں ہے بلکہ وہ حقیقت میں کافر ہے اس پر کافر کے احکام جاری ہوں گے اگر وہ آئمہ علیھم السلام سے عداوات کا اظہار نہیں کرتا اور توحید، نبوت اور قیامت پراعتقاد رکھتا ہے اور مسلمات کا منکر نہیں ہے تو وہ مسلمان ہے اور اس پر مسلمان کے احکام جاری ہوں گے۔

**سوال:** کیا کوئی نہج البلاغہ میں نص صریح موجود ہے جو مولا علی علیہ السلام کی امامت اور باقی آئمہ کی امامت پر دلالت کرے ؟

**جواب:** امامت پر نصوص فقط نہج البلاغہ میں محصور نہیں ہیں بلکہ باقی کتب میں بھی موجود ہیں مثلاً عیون المعجزات، ھدایۃ الابرار، مناقب ابن

شہر آشوب اور بحار اور دوسری بات یہ ہے کہ جو نہج البلاغہ ہمارے پاس موجود ہے اس میں مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کے تمام خط ، رسائل اور خطب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ خطبے موجود نہیں جن کو السید شریف رضی نے منتخب کیا اور ان خطبوں میں خطبہ شقشقیہ ہے جس میں مولا علی علیہ السلام نے اپنے غیر کی خلافت کو رد کیا ہے اور فرمایا کہ میں ہی فقط امامت و خلافت کا مستحق ہوں اور جب مولا علی السلام کی خلافت ثابت ہو گئی تو باقی آئمہ علیہم السلام کی خلافت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

**سوال:** کیا کتب اہل سنت میں یہ روایت موجود ہے من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ اور اس کی سند کیسی ہے؟

**جواب:** کتبِ اہلسنت میں اکثر مقامات پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔

**سوال:** ہمارے متقد مین علماء مثلا الشیخ صدوق ، الشیخ مفیدہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جو امامت کا قائل نہیں وہ کافر ہے اور جو امامت کا قائل نہیں اس کا آخرت میں ٹھکانہ کیا ہے؟

**جواب:** جو امامت قائل نہیں اس کا ٹھکانہ تو معلوم ہے کیونکہ وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور آئمہ علیہم السلام کے بارے میں اعتقاد نہ رکھنے والا کافر ہے اس کفر کے چند معانی ہیں جیسا کہ ایمان کے چند معانی ہیں کیونکہ کفر کا مطلب انکار ہے اور احکامِ شریعہ میں ہر عمل ولایت کے ذریعے قبول ہوگا لھذا جس نے امامت کے اعتقاد کو ترک کیا اس نے اسلام پر اعتقاد سے انکار کیا اور ہر عمل اعتقادِ امامت کے ساتھ مربوط ہے اور متقد مین علماء کی یہی مراد ہے۔

**سوال:** کیا یہ تواتر کے ساتھ موجود ہے کہ امام علیہ السلام نے حالتِ رکوع میں زکات دی تھی؟

**جواب:** جی ہاں تمام مسلمان جو کہ منصف ہیں ان کا اتفاق ہے کہ مولا علی علیہ السلام نے حالتِ رکوع میں انگوٹھی دی تھی۔

**سوال:** قرآن کی آیت میں ہے "ویؤتون الزکاۃ وھم راکعون" کہ وہ حالتِ رکوع میں زکات دیتے ہیں جب کہ روایات میں ہے کہ آپ نے صدقہ دیا تھا؟

**جواب:** زکات صدقہ ہی ہے اور لفظِ صدقہ زکات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی زکات صدقہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے معصوم علیہم السلام سے بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں کہ جہاں صدقہ مستحب کے لئے زکات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

**سوال:** بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حالتِ رکوع میں ایک ہزار دینار کا حلۃ دیا اور بعض میں ہے کہ آپ نے انگوٹھی کی زکات دی تو روایات کے ٹکراؤ کا کیا حل ہے؟

**جواب:** ظاہر یہ ہے کہ یا تو آپ علیہ السلام نے دونوں چیزوں کو دیا ہے یا یہ دونوں الگ واقعات ہیں تو اس طرح روایات میں کسی قسم کا ٹکراؤ نہیں رہے گا۔

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ الوارف

# اٹلی سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

اٹلی سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ان سے ملاقات کی ۔ اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر دام ظلہ کی زیارت اور ان سے علمی استفادہ کرنا تھا ۔ اس ملاقات میں موجود ایک بچے نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے سوال کیا کہ انسان کیسے گناہوں سے بچ سکتا ہے کہ تو مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ جس طرح آپ کے سامنے استاد موجود ہو تو آپ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے اسی طرح بیٹا ہمیشہ یاد رکھو کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے جو کام کرو تو ذہن میں رکھو کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے ۔اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ مؤمن کے ایک خون کا قطرہ پوری دنیا سے افضل ہے تو آپ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جنت کا راستہ پھولوں کی سیج نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو زیادہ لوگ امامِ حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوتے نہ کہ عمر سعد کے ساتھ ۔

# صوبہ پنجاب سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

صوبہ پنجاب کے مختلف اضلاع سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ان سے ملاقات کی ۔ملتان ، خوشاب ، جھنگ اور لاہور سے تعلق رکھنے والے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے علمی استفادہ کرنے اور ان کی زیارت کے لئے دفتر میں آئے اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ عورت کی جب شادی ہو جائے تو صرف شوہر کی اطاعت کرے اور مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ آپ اعلیٰ ظرفی اختیار کریں اور اعلیٰ ظرفی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان کم گو اور خاموشی اپنائے اور دوسرا ہر روز سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کرے ۔ اس ملاقات میں جب مؤمنین نے سوال کیا کہ حکمت اور فراست مؤمن میں کیسے آتی ہے ؟ تو مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ ہمیشہ استغفار کرو اس سے انسان کے نفس کے اندر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور باقاعدگی سے نمازِ تہجد پڑھو ۔

# مرجع عالی قدر دام ظلہ نے آیت اللہ السید مرتضٰی فیاض حسینی کی نمازِ جنازہ پڑھائی

آیت اللہ العظمٰی مرجع دینی الکبیر الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ نے مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کے حرم میں آیت اللہ السید مرتضیٰ فیاض حسینی کی نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں نجف اشرف کے بہت سے علماء و فضلاء اور طلباء نے شرکت کی ۔ آیت اللہ السید مرتضٰی فیاض وہ شخصیت ہیں کہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کو نشر کرنے اور اہلبیت علیھم السلام کی خدمت کرنے میں صرف کر دی ۔

# کراچی سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

کراچی سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ان سے ملاقات کی ۔اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر دام ظلہ سے علمی استفادہ کرنا تھا اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ سے مؤمنین نے سوال کیا کہ کیا آغا خان کے تعلیمی اداروں میں بچوں کو بھیج سکتے ہیں ؟ تو مرجعِ عالی قدر دام ظلہ نے جواب دیا کہ اپنے بچوں کو آغا خان کے تعلیمی اداروں سے دور رکھو ۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کہ میرے فتوی کے مطابق غسلِ جمعہ کے بعد نماز پڑھنے کے لئے وضو ضروری ہے ۔ اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس نقطہ پر بھی زور دیا کہ مؤمن کو گالی نہیں دینا چاہیئے کیونکہ اسلام میں ہے کہ المؤمن لایکون سبابا کہ مؤمن گالی دینے والا نہیں ہوتا۔

# عید الغدیر

**سالانہ ممبر شپ ۳۰۰ روپے**

مرکزی ایڈریس:

امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر 2، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان